آدم خور انسان

(جاسوسی ناول بچوں کے لیے)

شاہد جمیل

آدم خور انسان

(جاسوسی ناول بچوں کے لیے)

شاہد جمیل

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

AADAMKHORE INSAAN
(A detective fiction for children)

by

Shahid Jameel

Year of First Edition 2019
ISBN 978-93-89358-82-7

₹ 100/-

نام کتاب	:	آدم خور انسان
نوعیت	:	جاسوسی فکشن (برائے اطفال)
مصنف	:	شاہد جمیل
صفحات	:	۱۳۶
سن اشاعت	:	۲۰۱۹ء
قیمت	:	۱۰۰/روپے
کمپوزنگ	:	ابوالکلام عزیزی، پٹنہ
مطبع	:	روشان پرنٹرز، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

۱۔راجہ منزل، محلہ نیم گندھی، سہسرام (بہار)　　۲۔بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ (بہار)

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.o. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)
B.o. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 45678285, 45678286, 23216162, 23214465, Fax : 0091-11-23211540
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

انتساب

اپنے چھوٹے ماموں

محمد خورشید عالم (مرحوم)

کے نام

جاسوسی کتابیں جن کے مطالعے کا

شبستان ہوا کرتی تھیں

مختصر کوائف

نام : شاہد جمیل احمد

قلمی نام : شاہد جمیل

والد کا نام : الحاج عبدالجلیل (مرحوم)

تاریخ ولادت : ۱۵؍جنوری ۱۹۵۶ء (محلہ بارہ پتھر، ڈہری اون سون، ضلع روہتاس، بہار)

آبائی وطن : سہسرام، ضلع روہتاس (بہار)

تعلیم : (۱) ابتدائی تعلیم۔ڈہری اون سون (۲) میٹرک۔ٹاؤن ہائی اسکول، سہسرام (۱۹۷۰ء)
(۳) بی ایس سی۔ایس پی جین کالج، سہسرام (۱۹۷۵ء)

ملازمت : اسسٹنٹ آئی جی (محکمہ رجسٹریشن) کے عہدے سے ریٹائرڈ (۲۰۱۶ء)۔

آغازِ شاعری : ۱۹۶۹ء

اشاعتیں : (۱) ۱۹۷۰ء سے غزل، نظم و دیگر شعری اصناف میں تخلیقات اشاعت پذیر (۲) تنقیدی و تبصراتی مضامین، ادبِ اطفال اور رسالہ ''جدید اسلوب'' کی ادارت (۳) ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۷ء 'بہار ٹکسٹ بک' کے نصاب (آٹھویں/نویں) میں نظم شامل۔

کتابیں : (۱) خوابوں کے ہمسائے (۲) سوماپے (۳) عکس اندر عکس (۴) دوہا رنگ (تالیف)
(۵) پسِ الفاظ (۶) آدم خور انسان

اعزاز : (۱) ماہنامہ ''سہیل''، گیا (۱۹۹۸ء) اور سہ ماہی ''رنگ''، دھنباد (۲۰۱۰ء) نے فن و شخصیت پر خاص نمبر شائع کیے (۲) فن و شخصیت پر مختلف ادیبوں کی چار کتابیں شائع شدہ (۳) ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی تحقیق کے مطابق 'غزل نما' کے موجد قرار دیے گئے۔بین الاقوامی چینلوں اور انٹرنیٹ پر موضوع بحث (۴) مختلف اداروں سے اعزاز حاصل۔

پتہ : (i) راجہ منزل، محلہ نیم گندھی، سہسرام۔۸۲۱۱۱۵، ضلع روہتاس (بہار)
(ii) ۲۰۲۔آر ڈی مینشن، نزد راکھی کمپلکس، آشیانہ دیگھا روڈ، پوسٹ بی وی کالج، پٹنہ۔۱۴

فون/میل : 094710-94149 / shahidjameel.8@gmail.com

کچھ اس کتاب کے تعلق سے

یہ ناول ''آدم خورنسان'' آج سے چھیالیس سینتالیس سال قبل بچوں کے مشہور پرچے ''غنچہ''، بجنور (یوپی) کے شمارہ ۸؍جولائی ۱۹۷۲ء سے ۱۶؍ستمبر ۱۹۷۳ء کے دوران شائع ہونے والی اقساط کی کتابی شکل ہے۔

یہ اپریل ۱۹۷۲ء کی بات ہے۔ میں ان دنوں ''غنچہ'' میں خوب چھپ رہا تھا۔ میری پہلی مطبوعہ تخلیق (''نعت'') اسی رسالے میں ۸؍ستمبر ۱۹۷۰ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ جب ہی سے لکھنے اور چھپنے کا ایک تواتر قائم ہوگیا۔ پھر تو اس کا شاید ہی کوئی شمارہ ایسا ہوتا جس میں میری نظم یا کہانی نہ ہوتی! سولہ سترہ برس کی عمر میں طبیعت میں جو جولانی اور آمد ونزول کی کیفیت ہوتی ہے، میں اسے اپنے اندر صاف طور پر محسوس کرتا تھا۔ نظم یا شعر تو میں بڑی سرعت سے لکھ لیتا تھا جبکہ نثر میں دلچسپی تھوڑی کم تھی، تاہم بچوں کی کئی کہانیاں اس وقت تک شائع ہو چکی تھیں۔ دیگر رسائل کے علاوہ ''غنچہ'' میں متواتر لکھتے رہنے کے اس شروعاتی دور نے میرے اندر ایک زبردست قسم کی خود اعتمادی پیدا کردی، جس کا مثبت اثر میری رفتار پر پڑا۔ شہر کے کئی ہم عمر اس وقت بچوں کے رسائل میں چھپ رہے تھے۔ ان دوستوں میں جو میرے سب سے زیادہ قریب رہا، وہ ارمغان ساحل تھا۔ ایک شام، جب ہم دونوں گپ شپ کررہے تھے، وہ مصر ہوا کہ ''غنچہ'' میں میرا کوئی قسط وار ناول آنا چاہیے۔ مجھے جاسوسی کہانیوں سے عشق تھا۔ بس کیا تھا، اگلے ہی دن میرا موڈ بن گیا! ایک پلاٹ سوچا، لے آؤٹ تیار کیا، کردار قائم کیے اور پھر دو دنوں کے اندر تین چار قسطیں لکھ کر ارمغان کے حوالے کردیں۔

وہ بہت خوش ہوا! دفتر ''غنچہ'' کو جانے والے اسکے بھاری بھرکم لفاف میں میری قسطیں بھی گئیں۔ اور آٹھ جولائی ۱۹۷۲ء کے شمارے میں ''آدم خور انسان'' کی پہلی قسط شائع ہوئی۔ میں اسی طرح چار چار پانچ پانچ قسطیں بھیجتا رہا۔ ایک ڈیڑھ ماہ میں میں نے پورا ناول لکھ لیا تھا۔ پڑھنے والوں کی پسندیدگی کے خطوط بھی آنے لگے۔ اس کی بتیسویں قسط یکم مئی ۱۹۷۳ء کے شمارے میں چھپی۔ جون ۱۹۷۳ء میں میرا آئی ایس سی سکنڈاری کا فائنل اگزام ہونا تھا، اسکے پیش نظر میری ادبی سرگرمیاں رک گئیں۔ پھر تین مہینے کے تعطل کے بعد اس کتاب کی ۳۳ ویں اور آخری قسط ۱۶ رستمبر کے شمارے میں شائع ہوئی۔

اب چند سطور کہانی کے بارے میں!۔۔۔ یہ ایک جاسوسی کہانی ہے جسے آپ تھریلر (Thriller) بھی کہہ سکتے ہیں۔ ابن صفی ان دنوں میرے آئیڈیل مصنف ہوا کرتے تھے (آج بھی ہیں)۔ چنانچہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے مشہور کردار کو ماڈل مانتے ہوئے میں نے اسی طرز پر اس ناول کے لئے دو مرکزی کردار کرنل ہاشمی اور کیپٹن نثار کے رکھے۔ ہاشمی، فریدی ہی کی طرح سنجیدہ ہے اور نثار، حمید ہی کی طرح کھلنڈرا۔ لیکن نثار شعر بھی کہتا ہے اور فی البدیہہ کہنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا! دوسرے، نثار اپنے آفیسر ہاشمی سے نسبتاً زیادہ بے تکلف ہے۔

یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ساڑھے چار دہائی قبل کی اس تحریر میں، جب مصنف اپنے ٹین ایج میں تھا، زبان و بیان اور مافی الضمیر کی پیش کش اور جملوں کی ساخت میں کہیں کہیں اس کی عمر کا کچاپن بھی جھلکتا ہے۔ چنانچہ بعض متون میں معمولی ترمیم و تنسیخ مناسب سمجھی گئی۔

اور آخری بات! کتابی شکل میں اس ناول کی اشاعت کے لئے میں کبھی سنجیدہ نہ تھا، مگر بعض احباب کی شدید خواہش کا احترام کرنا پڑا۔ اب، آج کے ہمارے ٹین ایجر قارئین کو یہ کتاب کہیں سے بھی پسند آتی ہے تو برسوں بعد مجھے نئے سرے سے خوشی کا احساس ہوگا!

شاہد جمیل

سہسرام، ۵ رستمبر ۲۰۱۹ء

ابواب

اہم کردار و مقامات

کرنل اسرار ہاشمی

کیپٹن نثار عارف

انسپکٹر آنند

روپ کمار

ٹوڈف

دو دیہاتی

موتی نگر

موتی ہِلز

مون لائٹ سرکس

پرانا کنواں

پہلا باب

سنسنی خیز واردات

مون لائٹ سرکس آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

حسب معمول آج بھی سرکس میں تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ چاروں طرف آدمیوں کا بازار دکھائی پڑتا تھا۔ سیٹیں سب بھر چکی تھیں اور اب پروگرام شروع ہونے میں چند ہی منٹوں کی دیر تھی۔ پہلا شو تین بجے دوپہر سے چھ بجے شام تک کا ختم ہو چکا تھا اور اب دوسرا شو (٦ ربجے شام سے ٩ ربجے رات تک کا) شروع ہونے جا رہا تھا۔ لوگوں کا شور فضا میں بدستور مخل ہو رہا تھا۔

باہر خوانچے، ٹھیلے گاڑی اور آئس کریم والے چیخ چیخ کر ان لوگوں کو تنگ کر رہے تھے جنہیں ٹکٹ نہیں مل پایا تھا اور بے چارے تیسرے شو کے انتظار میں گھوم پھر رہے تھے۔ دفعتاً فضا میں ایک مہیب آواز سنائی دی۔ یہ توپ کی آواز سے مشابہ تھی۔ اور ادھر سرکس کے آرٹسٹ کھیل دکھانے میں مصروف ہو گئے۔

یہ سرکس افریقہ کے کسی خطے کا تھا جو بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ امریکہ، فرانس، انگلینڈ اور جاپان کئی دوسرے ملکوں میں اس نے دھوم مچائی تھی اور کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ دنیا کے ہر حصے میں 'مون لائٹ' کا چرچا تھا۔ کسی بھی ملک یا شہر میں اس کو ٹھہرنے کی خواہش ہوتی تو بہ شوق اجازت مل جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ آج

آدم خور انسان

'مون لائٹ' اپنے ہاں بھی قدم جمائے ہوئے تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے اسے دو ماہ کی مدت حاصل ہوگئی تھی اور آج چوتھا دن تھا۔ ان چار دنوں میں صوبے کے ہر خطے کے لوگ آتے رہے اور مون لائٹ کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ واقعی 'مون لائٹ' مون لائٹ ہی تھا۔ رات میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جگمگ جگمگ کرتا ہوا ایک پہاڑ ہے جو جگنوؤں سے سج گیا ہے! برقی روشنیوں سے چاندنی کی طرح شعاعیں پھوٹتی رہتیں اور فضا منور ہونے لگتی۔

سرکس کے اندر بیٹھا ہر شخص ہمہ تن گوش تھا اور کھیل دیکھنے میں منہمک تھا۔ اس وقت افریقہ کے خطرناک ترین ہاتھیوں کے کمال دکھائے جا رہے تھے۔ بار بار تماش بینوں کے شور کی آواز سنائی دیتی۔ پھر تالیوں کی بازگشت بھی۔ اتنے میں ایسا لگا جیسے روشنیوں کے اس پہاڑ کا وجود تاریکی کے غار میں داخل ہو گیا ہو! ساری بتیاں بجھ گئیں۔ ہر سو اندھیرا چھا گیا۔ اور لوگوں کی چیخیں آپس میں جیسے 'کشتی لڑنے' لگیں۔ دو منٹ... تین منٹ..... پانچ منٹ۔ ابھی تک بجلی نہ آئی۔ شور بڑھتا ہی گیا۔ لوگوں کو شاید خوف تھا کہ ان کا کچھ نقصان نہ ہو جائے! دوسرے لمحے جب روشنی آئی تو خوف نے یقین کا آئینہ سامنے کر دیا۔ بہت سے لوگ پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئے تھے! کرسیاں اُلٹ گئی تھیں۔ گیلریاں اور دوسری سیٹیں بے ترتیبی سے کنارے پڑی ہوئی تھیں۔ پھر شور و ہنگامہ! کوئی بڑبڑاتا تھا کہ ___ "میرا بچہ گم ہو گیا!" کوئی کہتا۔ "میرے روپے غائب ہو گئے۔" اسی طرح کوئی اپنے ہاتھ پاؤں کے ٹوٹنے یا کچلنے کے لئے اپنے مقدر کو بُرا بھلا کہتا۔ اس طرح روشنیوں کے اس پہاڑ میں چند لمحوں کے لئے قیامت بپا ہو گئی۔ یہ بات آج ہی اچانک ہوئی تھی ورنہ پچھلے تین دنوں میں ایسا کوئی واقعہ نہ ہوا تھا۔ ایک بار بھی بجلی فیل نہ ہوئی تھی۔ خدا خدا کر کے جب بجلی آئی تو لوگوں کی جان میں جان پڑی، ورنہ خدا جانے کس کو اور کتنا نقصان اٹھانا پڑتا! کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے اندھیرے کے راج میں لٹیروں

اور چوروں نے شہنشاہی شروع کر دی تھی اور بہت سارا سامان شاید سرکس والوں کا بھی غائب ہو گیا تھا۔

شور کچھ کم ہوا۔ سرکس کا پروگرام پھر شروع ہوا۔ ہاتھیوں کی باری جا چکی تھی اور اب بھیانک جنگلی ریچھوں کے رقص پیش کیے جا رہے تھے۔

اس وقت رات کے پونے آٹھ ہو رہے تھے۔ باہر شور بدستور تھا۔ باقی لوگ انتظار کر رہے تھے کہ جلد از جلد سرکس کا یہ شو ختم ہو اور اندر جا سکیں۔ چونکہ یہ گرمیوں کا موسم تھا، اس لئے جو جہاں چاہتا، وہیں بستر جما لیتا۔ سرکس کے گیٹ کے سامنے کھلا ہوا میدان تھا جس میں قرینے سے ایک طرف موٹریں، کاریں اور سائیکلوں کے رکھنے کے لئے جگہیں بنا دی گئی تھیں۔ دیگر جگہوں میں لوگوں نے دُکان وغیرہ جما لی تھی۔ میدان کے ایک کنارے کچھ لوگ، جو دور دراز سے آئے ہوئے معلوم ہوتے تھے، خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان میں سے کچھ دیہاتی ٹائپ کے لوگ بھی تھے، کیوں کہ انکے لباس یہی ظاہر کر رہے تھے۔ انہیں میں سے دو اور دیہاتی جو الگ تھلگ بیٹھے ہوئے تھے، مونگ پھلیوں سے دل بہلا رہے تھے۔ دونوں خوش شکل اور وجیہہ تھے۔ لباس بھی قیمتی تھا اور خوبصورتی سے زیب تن کیا گیا تھا۔ نفاست صورت ہی سے ٹپک رہی تھی۔ پہلے دیہاتی نے کہا۔

''کیوں استاد ــــ؟ آپ بھی کنجوسی کرتے ہیں۔''

''کیسی کنجوسی؟'' دوسرا دیہاتی جو غالباً پہلے دیہاتی کا استاد تھا، بولا۔

''یہی کہ اگر سرکس ورکس دیکھنا تھا تو بلیک سے ہی ٹکٹ ہی لے لیتے اور جلد کوچ کرتے۔ مجھے وحشت........''

''کیوں؟ کیا موتی نگر کا پر فضا مقام تمہیں پسند نہیں آیا؟'' استاد نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''وہ دیکھو مشرق کی طرف، پہاڑیاں جو دن میں سبز ہوتی ہیں اور

راتوں میں 'کالا پہاڑ' جیسی۔ انہیں 'موتی ہلز' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر یہ لطیف چاند جیسا چمکتا ہوا شہر! آبادی زیادہ گنجان نہیں۔ ماحول اطمینان بخش! چہار سمت سکون اور چین ...."

"بس... بس! میں نے آپ سے سنیما کے ڈائلاگ ادا کرنے کے لئے نہیں کہا۔ لیکن خدارا یہ تو بتا دیجئے کہ یہ آپ سرکس آنے کا نام سنتے ہی راجدھانی سے چھٹی لے کر دوڑے چلے آئے۔ نہ وجہ بتائی اور...."

"بات کو ذرا تول کے کہو۔ اور سمجھ لو کہ ایک گنوار دیہاتی بنے ہوئے ہو۔"

"میں ترازو کہاں سے لاؤں؟ پہلے کہتے تو ایک عدد خرید لاتا۔"

استاد مسکرایا اور پھر دبے لفظوں میں کہا۔ "میں تمہاری ہی دل بستگی کے لئے آیا ہوں۔"

"یہ تو میرے فرشتے بھی تسلیم نہیں کر سکتے!"

"ہر بات تم نہیں سمجھ سکتے ننھو میاں!"

"لاحول ولا قوت! خدا آپ کو کروٹ کروٹ دوزخ نصیب کرے! یہ آخر آپ کو کیا سوجھی کہ میرے اچھے خاصے نام کو لیپ پوت کر رکھ دیا! اپنے کانوں سے کہہ دیجئے کہ میرا نام نثار......"

"جانتا ہوں۔ کام کی بات کرو۔"

تھوڑی دیر تک اسی طرح دونوں میں نوک جھونک کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ وہاں سے اٹھ گئے۔ سرکس کا شو اب ختم ہونے ہی والا تھا۔ لوگ بڑی بے صبری سے 'ٹکٹ کھڑکی' کے پاس اچھل کود مچائے ہوئے تھے۔ یہ دونوں بھی چہل قدمی کرتے ہوئے پہونچ گئے۔

چونکہ شو اختتام کے قریب تھا اس لئے لاؤڈ اسپیکروں نے چیخنا شروع کر دیا

اور فلمی گیت بجنے لگے۔

ٹھیک نو بجے بجلی پھر فیل ہو گئی اور شور نے فضا کے سپاٹ سینے کو چھلنی کرنا شروع کر دیا۔ یک بہ یک ایسا معلوم ہوا جیسے لوگوں میں کھلبلی مچ گئی ہو! بھاگ دوڑ! چیخ پکار!!

''کیا مذاق ہے؟ پاور ہاؤس والوں نے کیا خود کو بادشاہ سمجھ رکھا ہے!'' کسی نے چلاّ کر کہا۔ شور بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ یہ شور مختلف قسم کی چیخوں میں تبدیل ہو گیا۔ اندھیرے میں کسی طرف سے صدا ابھری۔

''مدد... مدد... آہ!.... بچاؤ.... بچاؤ.....!''

اسی طرح اور بھی کئی بھیانک اور دل خراش چیخیں! یوں لگ رہا تھا جیسے ان چیخوں نے دنیا کے سارے درد و غم کو اپنا لیا ہے۔ آہستہ آہستہ آوازیں معدوم ہو گئیں۔

دس منٹ بعد جب روشنی نے اپنی آمد سے لوگوں کے چہروں پر مسرت کی لہریں دوڑا دیں تو سامنے کے کھلے میدان کے منظر نے ان کے دلوں کو جیسے تیروں سے چھلنی کر دیا! سارا میدان خون سے سرخ ہو رہا تھا۔ دوکان والوں کی دوکانیں اُلٹ گئی تھیں۔ موٹریں، کاریں وغیرہ ایک دوسرے سے ٹکرا گئی تھیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ دلدوز اور ہیبت ناک منظر وہ تھا! خون سے کچھ لوگوں کے جسم سرخ تھے۔ وہ بیہوش تھے۔ مردہ بھی ہو سکتے تھے۔ ان میں سے کئی کے چہروں پر خراشیں تھیں۔ کسی کے بازو شانے سے علیحدہ تھے تو کسی کا آدھا سر کچلا ہوا تھا۔ فضا میں ایک عجیب سا تعفن پھیل رہا تھا۔

یہ خبر آگ کے شعلوں کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ان چند ہی لمحوں میں وہ بھاگ دوڑ شروع ہوئی کہ اب سرکس کے پاس بہت کم لوگ نظر آرہے تھے۔ تاریکی ہونے پر چوری کے خوف سے لوگ بھاگنے لگے تھے اور جب روشنی آئی تو اس بھیانک منظر کو دیکھ کر بھاگنے لگے۔ دیکھتے دیکھتے وہاں سرکس کے عملے کے سوا کوئی نہیں بچا۔ یہ لوگ بھی کافی سہمے نظر آرہے تھے۔ شاید انہیں اس بات

کا احساس تھا کہ ایسی ہی وارداتیں اگر روزانہ 'مون لائٹ' کے نزدیک ظہور میں آتی رہیں تو انھیں جلد ہی بوریا بستر اُٹھانا پڑے گا ورنہ پولیس گردن پکڑ لے گی تو برسوں کی چھٹی ہو جائے گی۔

پولیس آگئی۔ خون آلودہ لوگوں کو دیکھا گیا۔ قریب قریب سبھی مردہ تھے۔ کل نو آدمی تھے جو اب لاش کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ لاشوں کی تصاویر ہر ہر زاویے سے لی گئیں۔ ہیڈ کوارٹر کے پولیس انسپکٹر آنند نے محدب شیشے سے خون آلود جگہوں کا معائنہ کیا۔ کسی اور نئی بات کا انکشاف نہیں ہوا، علاوہ اس کے کہ لاشوں کو بڑی بے دردی سے نوچا کھسوٹا گیا تھا اور کچلنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان نو لاشوں میں سے چار ایسی بھی تھیں جن کے سر غائب تھے۔ اور ... یہ بھی کہ ان کی گردنوں کو جیسے مروڑ کر غائب کیا گیا تھا۔ کیونکہ نرخروں کی حالت یہی ظاہر کر رہی تھی۔

''او گاڈ!'' انسپکٹر آنند بڑبڑایا۔

اتنا بھیانک خون یا قتل شاید آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا! پتہ نہیں کس دنیا کے قاتلوں نے انھیں قتل کرنے کے سلسلے میں کون سے حربے استعمال کیے تھے؟ یا پھر اندھیرا کوئی بلا لیے آیا تھا! انسپکٹر آنند نے سرکس کے عملے کو بھی طلب کیا۔ کچھ دیر ان سے سوالات کرتا رہا۔ پھر کانسٹبلوں کو لاش ہٹانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے روانہ ہو گئیں۔

✡

دوسرا باب

آگ اور سائے

دوسرے روز سڑکوں پر اخبار بیچنے والے چیخ چیخ کر سارا شہر سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور لوگ گزشتہ کل کی پوری تفصیل جاننے کے لئے دھڑا دھڑ اخبار خرید رہے تھے۔ ایک مشہور اخبار کی سرخی کچھ اس طرح تھی:

''موتی نگر میں، مون لائٹ سرکس کے نزدیک
نو آدمیوں کا پراسرار طریقے سے خون!''

اور پھر نیچے پوری تفصیل درج تھی۔ البتہ اسی خبر کے بغل میں ایک دوسری حیرت انگیز خبر یہ تھی:

''سرکس کی گہما گہمی میں کچھ لوگ غائب ہو گئے!''

اور اس کے نیچے اس طرح لکھا ہوا تھا:

''شہر تھانہ کی چوکی نمبر تین کے چھ کانسٹبل غائب ہیں۔ یہ کانسٹیبل سرکس کے پاس نظم وضبط کے لئے ڈیوٹی پر تھے۔ سات شہری باشندوں کا بھی پتہ نہیں۔ یہ سب سرکس دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ ان کے رشتہ داروں نے تھانے میں جا کر ان کے گم ہو جانے کی شکایت کی ہے۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ پولیس کو چاہیے کہ جلد از جلد

اس واردات کی وجہ معلوم کرے اور فوری طور پر روک تھام کی کوشش
کرے ورنہ حکومت کو قطعی نا اہل سمجھا جائے گا!''

اس خبر کے نیچے ہی گم شدہ لوگوں کی تصویریں بھی شائع کی گئی تھیں۔غرض اخبار والوں کو آج موقع ہی تو مل گیا تھا اور انھوں نے پولیس کو ناکارہ ثابت کرنے کے لئے خبروں کو خوب نمک مرچ لگا کر شائع کرنا شروع کر دیا تھا اور گہرے طنز کے تیر ونشتر بھی برسا رہے تھے۔اس گم شدگی کی خبر نے عوام میں اور ہراس پھیلا دیا تھا۔نتیجے میں اب کم ہی لوگ 'مون لائٹ' کی طرف رخ کر رہے تھے۔شہر کے باہر سے آئے ہوئے لوگ ہوتے تھے یا پھر تفریح کے دلدادہ قسم کے لوگ!

●

آفس کے کمرے میں بیٹھا ڈی ایس پی چونک پڑا۔خاص کر اس کی توجہ اس طرف زیادہ مبذول ہوئی تھی کہ اخبار میں خون والی واردات کے ساتھ گم شدہ لوگوں کی خبریں بھی تھیں۔تصاویر یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ ان میں شہر کے مشہور رئیس لوگ ہیں! ڈی ایس پی اُداس ہو گیا۔کیونکہ اس کے عزیز دوست اور مشہور کلوتھ مرچنٹ لال چند کے لڑکے روپ کمار کی تصویر بھی گم شدہ لوگوں میں تھی۔وہ سوچنے لگا___ اگر میں نے روپ کمار کا پتہ نہ لگوایا تو پھر لال چند سے پرانی دوستی ختم ہو جائے گی اور...۔اسی وقت فون کی گھنٹی بول اٹھی۔اس نے ریسور اٹھا لیا۔

''ہیلو!'' دوسری طرف سے کوئی بولا۔

میں ڈی ایس پی کھنہ!'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''دوست! میں ہوں لال چند۔روپ کمار کا سراغ لگانا اب تمہارے ہی ذمے ہے۔وہ میرا اکلوتا بچہ ہے۔وہ نہ رہا تو میں جی نہ سکوں گا۔''

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔گھبرانے کی بات نہیں۔

تم اطمینان رکھو۔ بھگوان نے چاہا تو تمہارا بیٹا جلد ہی مل جائے گا!''

''مجھے تم سے ایسی ہی توقع تھی میرے دوست! اچھا۔ ٹاٹا!''

اور دوسری طرف سے ریسیور رکھنے کی آواز سن کر کھنہ نے بھی ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

●

ڈی ایس پی کھنہ اسی طرح کچھ دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر گھنٹی بجائی۔ خاکی وردی میں ملبوس ایک چپراسی اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

''انسپکٹر آنند کو میرا سلام دو!'' حکم پاتے ہی چپراسی لوٹ گیا۔

''آپ نے یاد کیا سر؟'' ایک منٹ کے وقفے کے بعد انسپکٹر آنند حاضر ہوا۔

''بیٹھو!'' کھنہ نے کہا۔ ''مقتولوں کے پوسٹ مارٹم کی کیا رپورٹ ہے؟''

''ابھی تک تو تحریری رپورٹ تیار نہیں جناب! البتہ صبح کو ٹہلتے ہوئے میں سرکاری ہسپتال کی طرف گیا تھا۔ ڈاکٹر کے گھر پر وہیں ملاقات کر کے پوچھا۔ اس نے بتایا کہ مرنے والوں کے جسم پر خراش کسی ایسی بھیانک قسم کی جنگلی مخلوق کی معلوم ہوتی ہے جس کے ناخن میں کوئی سریع الاثر زہر پیوست ہے اور اپنے کسی بھی شکار کی جان لے لینا اس کے لئے آسان کام معلوم ہوتا ہے۔ گردنیں جن لاشوں کی نہیں ہیں، انھیں بھی کسی قسم کی خوفناک مخلوق نے ہی شکار بنایا ہے۔ اور کسی حد تک یہ بات دیکھنے سے بھی واضح ہے۔''

آنند نے مختصراً رپورٹ پیش کی۔

''ہوں۔'' ڈی ایس پی کھنہ بولا۔ ''آج کے اخبار میں گم شدہ لوگوں کی خبر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''سر..... میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس قسم کی خبریں آئے دن اخباروں میں آتی

رہتی ہیں۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں، کیونکہ ان کانسٹبلوں کے علاوہ سب امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔اس لئے آپ قتل والی واردات پر زیادہ زور دیں تو مناسب ہوگا۔''

''تمہارے مناسب سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کچھ نہ ہوگا۔تم ابھی فوراً اپنے ساتھ کچھ چالاک اور ذہین قسم کے سب انسپکٹروں کو سادہ وردی میں لے کر شہر کی اہم جگہوں کی طرف جاؤ اور معلومات فراہم کرو کہ آیا گمشدہ لوگ اغوا کیے گئے ہیں یا خود غائب ہو گئے ہیں!''

''یس سر—!مگر اس واردات کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔''

''کہو!کیا بات ہے؟''

''بہت ممکن ہے کہ سرکس کے ریچھوں نے ان پر حملہ کر دیا ہو!''

''ہو سکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔خیر میں دیکھ لوں گا۔پہلے تم اپنا کام شروع کر دو۔'' ڈی ایس پی کھنہ نے کہا۔

''او کے،تھینک یو سر۔'' انسپکٹر آنند چلا گیا۔

اب انسپکٹر آنند کی جیپ کار موتی ہلز کی طرف جانے والے راستوں پر دوڑ رہی تھی۔جیپ ایک سب انسپکٹر چلا رہا تھا۔تین اور سب انسپکٹر کار میں تھے۔اس طرح انسپکٹر آنند کو لے کر کل پانچ افراد کی ٹولی موتی ہلز کی طرف بڑھ رہی تھی۔یہ سب کے سب سادہ لباس میں تھے۔شام کے چار بج رہے تھے۔اب جیپ کار موتی ہلز کے بالکل قریب والے راستے سے گزر رہی تھی۔ان اطراف میں آبادی کم تھی۔زیادہ تر مفلس اور غریب لوگ ہی رہا کرتے تھے جو بکریاں اور دیگر پالتو جانور چرایا کرتے تھے۔ان کے مکان پھوس کے بنے تھے۔پھر بھی موتی ہلز کے قریب ہونے پر معمولی نہ لگتے تھے۔بلکہ پہاڑی کے اوپر چڑھ کر دیکھنے پر یہ قدرتی کھلونے معلوم ہوتے تھے۔اور اس طرح یہاں کا

فطری منظر بلا کی خوبصورتی اور دل کشی لیے ہوئے تھا۔ان سر سبز پہاڑیوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔غالباً یہ کسی زمانے میں ضرور بادشاہوں اور راجاؤں کا مسکن رہا ہوگا، کیونکہ پہاڑی کے اوپر کچھ ویران اور شکستہ کھنڈر بھی دکھائی دیتے تھے۔

انسپکٹر آنند جیپ کار رکوا کر سب انسپکٹروں کے ساتھ ایک جھونپڑی نما مکان کے قریب آیا۔ایک انسپکٹر کو جیپ پر ہی طعینات چھوڑ دیا تھا۔مکان کے سامنے ایک آٹھ نو سال کا بچہ کھیل رہا تھا۔

''کیوں بیٹے! سنو، میں تمہیں انعام دوں گا۔ یہ تو بتاؤ کہ ادھر تم نے کچھ نئے آدمیوں کو آتے دیکھا ہے؟'' انسپکٹر آنند نے بچے سے پوچھا۔گو بچہ بیوقوف معلوم ہوتا تھا مگر اس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

''ہاں جناب! مگر آپ کون ہیں؟''

''دیکھو، ہم دراصل اپنے بھائیوں کو ڈھونڈ رہے ہیں جو کل اس پہاڑی پر پکنک منانے آئے تھے۔'' آنند نے بچے کو بتایا۔سب انسپکٹروں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اور بچے کا جواب سننے لگے، جو کہہ رہا تھا۔''اوہ جناب! یہ تو ایک عجیب ہی بات ہے۔کل میں کھیلنے کے لئے ادھر ہی گیا تھا۔وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ کھنڈر کی طرف جا رہے ہیں۔''

''بہت خوب! آنند نے بچے کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے ایک اٹھنی اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں اور غالباً وہ آنند سے مزید سوالات کرنے کی توقع کرنے لگا۔انسپکٹر آنند نے کچھ اشارہ کیا اور ایک سب انسپکٹر نے اپنی نوٹ بک نکال کر اس میں کچھ لکھنا شروع کر دیا۔آنند نے پھر پوچھا۔

''ہاں یہ تو بتاؤ، تم کس وقت گئے تھے اور وہ لوگ کھنڈروں کے پاس کہاں تک گئے تھے؟''

بچے نے آنند کو غور سے دیکھا، پھر بولا۔ ''چھ بجے ہوں گے جناب۔ بعد میں پتہ نہیں کہ وہ لوگ کدھر گئے۔''

''خیر، خیر! تم نے بہت کچھ بتا دیا۔ یہ لو!'' اور انسپکٹر آنند نے دوسری بار بھی ایک اٹھنی بچے کو دی۔ بچے کی آنکھیں پھر خوشی سے چمکنے لگیں۔ وہ بار بار پیسے کو دیکھ رہا تھا اور آنند کو جیسے رحمت کا فرشتہ سمجھ رہا تھا۔ آنند کو بھی اس بچے کے ہر جواب پر یقین ہو رہا تھا، کیونکہ معصوم بچے جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اس نے بچے کو شاباشی دی اور پوچھا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''شمشیر اختر جناب!''

''خوب! اور کچھ بتا سکتے ہو تو بتاؤ، جہاں تک تمہیں یاد ہو۔''

''اب تو کچھ یاد نہیں جناب۔ ہاں، وہ لوگ آٹھ دس آدمی رہے ہوں گے۔''

''ونڈر فل ـــــ!'' آنند نے خوش ہو کر بچے کو بازوؤں میں اٹھالیا اور پانچ روپئے کا نوٹ اس کی جیب میں ڈال دیا۔ ''تم لوگ کتنے بھائی بہن ہو؟''

''اپنی ماں کا میں ہی سہارا ہوں جناب۔ بکریاں چراتا ہوں۔'' بچے نے کہا۔

آنند نے اس کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی کہ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرے! بچے نے نفی میں سر ہلایا۔

آنند اپنے آدمیوں کے ساتھ دوسرے مکانات کی طرف بڑھا اور ان کے مکینوں سے دریافت کی مگر اور کوئی کارآمد بات نہیں جان پڑی۔ پانچ کا عمل ہو رہا تھا۔ لہٰذا اب وہ لوگ اپنا کام شروع کر دینا چاہتے تھے۔ انسپکٹر آنند تینوں سب انسپکٹروں کے ساتھ جیپ کار میں آیا اور بولا۔ ''اب ہمیں صرف وقت گزارنے کے لئے اِدھر اُدھر پھرنا ہے، اس کے بعد موتی ہلز کے کھنڈروں میں رات بسر کرنی ہے۔''

''لیکن جیپ کار کا کیا ہوگا؟'' ایک سب انسپکٹر نے سوال کیا۔

''کیا بُرا ہے، ادھر ہی کہیں چھوڑ دیں گے۔''

بات طے ہوئی اور پھر وہ جیپ کار میں سوار ہو گئے۔

تین گھنٹے بعد ــــ

ایک جیپ موتی ہلز کے داہنی جانب آ کر رکی۔ ہتھیار سے لیس پانچ افراد اس پر سے اترے اور پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ میں ٹارچ سنبھال رکھی تھی۔ ان کا رُخ پہاڑی کے اوپر کھنڈر کی طرف تھا۔

اچانک ــــ

فضا میں زناٹے کی آواز ہوئی اور قریبی درّے میں کھڑی جیپ کار میں آگ لگ گئی۔ پوری جیپ شعلوں کی نذر ہو چکی تھی۔ دور تک روشنی پھیل گئی۔

''ارے یہ کیا؟'' کھنڈر کی طرف بڑھتے ہوئے پانچوں افراد میں سے ایک کے منہ سے آواز نکلی۔ اور دوسرے لمحے متعدد سایوں نے انھیں گھیر لیا۔

''اپنا اپنا اسلحہ پھینک دو!'' سایوں میں سے ایک چیخا۔

یہ پانچوں افراد جو دراصل انسپکٹر آنند اور اس کے چار ساتھی تھے، بری طرح گھبرا گئے۔ ان کے ہاتھ فوراً اوپر اٹھ گئے اور ہتھیار زمین (چٹان) پر رکھ دیے گئے۔

''خاموشی سے آگے بڑھے چلو، ورنہ ہماری بندوقیں تم پولیس کے گدّوں کو توڑ دیں گی۔''

ایک سائے کی رعب دار آواز فضا میں گونجی اور دوسرے لمحے وہ سب آگے بڑھ گئے۔

☼

تیسرا باب

ایک اہم خبر

''ٹرر....ٹرر....ٹرر__رر.......''

اورنوجوان نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون کا چونگا اٹھالیا۔ ''ہیلو!''

اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''کون__؟ میں ڈی آئی جی بول رہا ہوں۔'' ادھر سے آواز آئی۔

''اوہ...جناب!'' نوجوان نے کہا۔ ''یہ میں ہوں نثار۔''

''کون نثار؟ وضاحت کیجئے.....!''

''نثار عارف۔ کیپٹن نثار عارف!''

''اوہ__ ٹھیک__ معاف کرنا بھئی، تمہارا نام ذرا کم یاد رہتا ہے۔ ہاشمی ہو تو فون پر اسے بلاؤ!''

''افسوس ہے کہ کرنل نہیں ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہے جناب؟ مجھے بتا دیجیے۔ آنے پر اطلاع کر دوں گا۔'' نثار نے کہا۔

''بہت ضروری بات۔ ایک کیس اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ موتی نگر جانا ہے۔ اور باتیں بعد کو بتاؤں گا۔'' اتنا کہہ کر غالباً ڈی آئی جی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا، کیونکہ آواز سنائی دی تھی۔ اور نثار نے جھلا کر ڈی آئی جی کی اس بے وقت کال کو ایک

عدد گالی دے ڈالی۔ پھر خلا کو منہ چڑانے لگا۔

اس کے دماغ پر آج کل سراغ رسانی کا بھوت سوار نہ تھا۔ ان دنوں وہ تفریح کے موڈ میں تھا اور اسی لئے زیادہ تر ہوٹلوں اور پارکوں کے ہی چکر لگا تا رہتا تھا۔ جب سے وہ راجدھانی میں منتقل ہوا تھا، سراغ رسانی کے چکر کم ہو گئے تھے۔ عام چوروں اور ڈکیتوں کے جرائم سے نیچے عہدے کے انسپکٹر وغیرہ نمٹ لیا کرتے تھے۔ لہٰذا ابھی تک ان کی ضرورت بہت کم ہی پیش آئی تھی۔ یہاں ''ان'' کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ اکیلا ہی نہ تھا بلکہ کیپٹن نثار کے ساتھ کرنل ہاشمی کا رہنا ضروری تھا۔ اس سے نیچے کے شعبے میں انھوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ بڑے بڑے بلیک میلروں اور ڈاکوؤں کو وہ چٹکی بجاتے پکڑ لیا کرتے تھے۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب کرنل ہاشمی ''انسپکٹر ہاشمی'' تھا۔ اور چونکہ نثار اس زمانے میں ایک معمولی سارجنٹ تھا، تاہم اس کی محنت اور کام کرنے کی لگن دیکھ کر ہاشمی نے اسے اپنا اسسٹنٹ بنانے کی ٹھان لی تھی۔ نثار کے لفظوں میں ہاشمی اس کا ''استاذ'' تھا۔ اور یہ ہاشمی کا فیض یا پھر اس کی صحبت کا اثر کہیے کہ آج نثار میاں ''کیپٹن نثار'' کہلا رہے تھے!

نثار نے لاکھ سوچا کہ الگ رہ کر کام کرے لیکن ہاشمی سے الگ ہونا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ شاید کوئی اندرونی کشش تھی جو ہمیشہ اسے ہاشمی کے ساتھ ہی رہ کر کام کرنے کو تیار کرتی رہتی تھی اور نتیجے میں وہ کیپٹن ہو کر آج بھی کرنل ہاشمی کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں انھیں 'ایک روح دو وجود' کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے پر جان چھڑکنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

نثار یہ سب سوچتا ہوا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ برا سا منہ بناتا ہوا وہ باتھ روم میں داخل ہوا۔

غسل کرنے کے بعد اس نے کپڑے تبدیل کیے اور ریڈیو گرام کھول دیا۔

گیت ہو رہا تھا۔۔۔ ''تم نے کاجل لگایا، دن میں رات ہوگئی!'' دفعتاً وہ اٹھا۔ ہاشمی کے کمرے میں جا کر اس کی کرسی کو میز کے قریب سے ہٹا دیا اور کباڑ خانے سے پڑی ہوئی ایک دوسری کرسی اٹھا کر وہاں رکھ دی۔ تھوڑی دیر تک وہ اس پر اپنا 'فن' آزماتا رہا۔ اور اب یہ ٹوٹی ہوئی خراب کرسی کرنل ہاشمی کی کرسی کی ہم شکل تھی۔ یہ بھی ہاشمی ہی کا فیض تھا جو نثار میاں کو چہرے کے میک اپ کے ساتھ ساتھ بے جان چیزوں کے 'میک اپ' کا ہنر بھی آگیا تھا۔ اب وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ فلمی گیت ختم ہو چلا تھا۔ اس نے گنگنانا شروع کیا.... ''ہم نے چاول پکایا، گل کے بھات ہوگئی!'' اور کمرے کے باہر ایک فلک شگاف قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہڑبڑا کر باہر آیا۔ کرنل ہاشمی کا مخصوص ملازم احمد ہنستے ہوئے بھاگ گیا۔ ''کیوں بے!'' نثار نے اپنی توہین سمجھتے ہوئے اس کا کالر پکڑ لیا۔ اس کی آنکھیں لال پیلی ہونے لگیں۔

''جناب....! وہ......وہ!'' احمد ابھی تک دوہرا ہوا جا رہا تھا۔

''کیا....وہ بے!'' نثار گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔

''آپ نے اچھی خاصی شاعری کی ٹانگ توڑ دی....'' احمد نے یہ کہتے ہوئے کالر چھڑا لیا۔ اور وہاں سے بھاگ گیا۔ یہ بات احمد ہی نہیں، بلکہ سارے نوکر جانتے تھے کہ نثار ظریف آدمی ہے، لہٰذا اس کی باتیں سن کر وہ قہقہے بکھیرے بغیر نہ رہتے تھے۔ کیونکہ نثار جب چڑچڑاتا تھا تو اس سے کئی کئی عدد حماقتیں سرزد ہو جایا کرتی تھیں اور اس سے وہ لطف اندوز ہوتے تھے، لیکن ہاشمی کی شخصیت اس کے برعکس تھی۔ وہ اس کے سامنے تھراتے تھے۔ دفعتاً اسی وقت باہر سے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔

نثار دوڑتا ہوا باہر آیا۔ اس کا قیاس ٹھیک نکلا۔ یہ ہاشمی ہی تھا۔ وہ کار سے اتر کے اس کے قریب آیا۔

''کیوں؟ آپ اچار کھا آئے؟'' نثار نے پوچھا۔

''کیسا اچار؟'' ہاشمی نے حیرت سے پوچھا۔

''مینڈکوں کا؟''

''لاحول ولاقوت! کیا بکواس ہے۔'' ہاشمی بُرا سا منہ بناتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آیا۔

''سب سے پہلے ڈی آئی جی صاحب کو فون کیجئے!'' اس نے ہاشمی کو بتایا۔

''اوہ! اچھا۔ کیا ان کی کوئی کال آئی تھی؟''

''ہاں۔ غالباً بہت اہم!'' اور ہاشمی کے ساتھ نثار بھی اسکے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کرسی پر بیٹھتے ہی ہاشمی دوہرا ہو گیا۔ کرسی اونچی تھی۔ چوٹ آنا لازمی تھا۔ وہ جھینپ کر اسے مارنے اٹھا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کی مزاحیہ حرکتیں سوائے نثار کے اور کوئی نہیں کرسکتا تھا! مگر کمرے میں اسے کہیں نثار نظر نہ آیا۔

''کمبخت کو مزہ چکھائے بغیر نہ رہوں گا۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا سارے کمروں میں گھومتا پھرا۔ لیکن نثار کا کہیں اتہ پتہ نہ تھا۔ نوکروں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔

وہ بدبداتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا۔ کمرے میں پہنچتے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا ''ہیلو۔ میں کرنل ہاشمی بول رہا ہوں۔ ارے کیا؟ اوہ۔ اچھا اچھا۔ ہاں۔ ہاں میں تیار ہوں.... ارے.... خوب!''

اس طرح کچھ دیر تک وہ ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرتا رہا۔ پھر نوکروں کو آواز دے کر ٹوٹی ہوئی کرسی کو کباڑ خانے کے سپرد کرنے کو کہا اور میک اپ روم کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے کے اندر پہنچتے ہی وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

''ہاتھوں کو اوپر کردو کرنل!'' ہاشمی کو ریوالور دکھاتے ہوئے اجنبی نے کہا اور دوسرے لمحے ہاشمی کے ہاتھ خود بخود اوپر اُٹھ گئے۔ وہ اپنے نچلے ہونٹ کو چبا رہا تھا۔

''کون ہو تم ـــــ؟'' اس نے گرج کر پوچھا۔

''تم ابھی اس کیس کو اپنے ہاتھوں میں نہ لو کرنل!'' اجنبی نے کہا، مگر دوسرے ہی لمحے وہ ڈھیر ہو چکا تھا۔ ریوالور دور جا پڑا تھا۔ اب اجنبی کی بُری طرح مرمت ہو رہی تھی اور مرمت کرنے والا کرنل ہاشمی تھا۔ اس نے اجنبی کی آواز پہچانتے ہی اس پر چھلانگ لگادی تھی اور اب اسے پیٹ رہا تھا۔ اچھی خاصی مرمت کرنے کے بعد وہ بڑے اطمینان سے میک اپ کرنے لگا۔

''آپ نے میری مٹی پلید کر دی۔'' اجنبی لیٹے ہی لیٹے کراہا۔

''آخر اس مذاق کا کیا مطلب ہے نثار؟ سنجیدگی تو اختیار کرو۔ یہی سوچ کر کہ ہم لوگوں کا شمار ایشیا کے بہترین سراغرسانوں میں ہوتا ہے۔''

''مر گیا ـــــ!'' اجنبی جو حقیقتاً کیپٹن نثار تھا اور میک اپ میں تھا، بولا۔

''تم ہمیشہ پٹتے ہی رہو گے میرے ہاتھوں سے۔ ورنہ اس قسم کے مذاق سے باز آؤ!''

''خدا آپ کو کروٹ کروٹ دوزخ نصیب کرے اور....''

''خاموش! بکواس بند۔ جلدی سے اٹھو اور میک اپ کر لو، جیسے میں کہوں۔ ہاں، ہمیں فوراً موتی نگر چلنا ہے۔''

اور نثار بغیر بے چوں چرا کیے، میک اپ کرنے لگا۔

٭

چوتھا باب

تفتیش اور ٹکراؤ

''تمہاری اس بیہودہ حرکت کا کیا مقصد تھا جو تم نے گھر پر کی تھی؟'' ہاشمی نے پوچھا۔

''صرف اس لئے کہ کچھ دنوں کے بعد یہ کیس ہم لوگوں کے ہاتھ آئے.......! شروع ہی شروع ہم لوگ آئے اور کیس بھی ملا تو قتل کا۔اسے تو موتی نگر کی پولیس بھی سمجھ سکتی تھی۔ یک بیک ہمیں بھیج دینے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''تم ابھی بچے ہو۔''

''ہاں، ابا حضور!''

''چپ رہو! یہ بڑا اہم کیس ہے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں کا مشہور انسپکٹر آنند اپنے چار سب انسپکٹروں کے ساتھ اغوا کرلیا گیا ہے اور موتی ہلز کے علاقے میں اس کی جیپ کار کو آگ لگادی گئی ہے۔اس خبر کی رسائی اخباری صفحات تک نہیں ہوئی ہے۔اسے مصلحتاً صیغۂ راز میں رکھا گیا ہے۔'' ہاشمی نے نثار کو بتایا۔

''خوشی کی بات ہے! میں جلد ہی اجمیر شریف لے جاؤں گا۔''

''وہ کیوں۔۔۔؟''

''تاکہ شیرینی فاتحہ کراسکوں۔خدا نے جاسوسوں کی تعداد کم تو کی۔کمبخت

مجرموں کو چین ہی نہیں لینے دیتے!''

ہاشمی مسکرا کر رہ گیا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ انسپکٹر آنند نے موتی ہلز کے باشندوں سے پوچھ گچھ کرتے وقت ایک بچے سے کافی معلومات حاصل کی تھی؟ اور دوسرے روز اس کے مکان میں کسی نے آگ لگادی۔ اس سانحہ سے وہ بچہ بری طرح زخمی ہوگیا۔ ماں تو جل کر ختم ہی ہوگئی۔''

''اوہ!'' نثار نے ہونٹ سکوڑے۔

''ہاں برخوردار! وہ لڑکا بھی آج ہاسپٹل میں چل بسا۔ نام اس کا شمشیر بتایا جاتا ہے۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ کافی ذہین بچہ تھا۔ کیا خیال ہے تمہارا؟''

''یہی کہ مجرموں کو یہ بات معلوم ہوگئی اور اس کا خاتمہ کر دیا۔''

''اور اب ہم ادھر ہی چل رہے ہیں۔'' ہاشمی نے فکر مند لہجے میں کہا۔

دونوں پیدل چلتے ہوئے اس راستے سے گزر رہے تھے جو موتی ہلز کے دامن سے جا ملتا تھا۔ راستہ چونکہ کچا نہ تھا، اس لئے کاریں وغیرہ اکثر گزرتی رہتی تھیں۔ آگے چل کر یہ شہر کے دوسرے حصے سے مل گیا تھا۔ اس وقت شام کی آمد آمد تھی۔ لوگوں کی آمدورفت اب کم ہوگئی تھی۔ اکا دکا آدمی دکھائی دے جاتا تھا۔ مگر اس وقت ان دونوں کے سوا کوئی اس طرف نہیں جارہا تھا۔

خلاف توقع ایک کار اس راستے پر دکھائی دی۔ رنگ نیلا تھا۔ وہ نزدیک سے نزدیک تر ہوتی جارہی تھی۔ ہاشمی اور نثار پہلے ہی چوکنا ہوگئے تھے۔ نیلی کار ان کے پاس آکر رک گئی۔ اس میں سے ایک قوی ہیکل شخص اترا جس نے اپنا چہرہ سرخ نقاب میں چھپا رکھا تھا۔

''ہاتھ اوپر اُٹھا دو!''

سرخ لبادے میں ملبوس قوی ہیکل نے کہا۔ دوسرا آدمی جو کچھ منحنی ٹائپ کا تھا، کار سے اُتر آیا۔ کار میں اب کوئی نہ تھا۔ اس منحنی ٹائپ آدمی نے بھی ریوالور نکالا اور تان لیا۔ ہاشمی اور نثار کے ہاتھ اٹھنے سے پہلے ہی جیب کی طرف بڑھے۔

''خبردار ــــ!'' قوی ہیکل دہاڑا ــــ اور اسی لمحے ہاشمی نے اس پر چھلانگ لگادی۔ قوی ہیکل شاید اس غیر متوقع حملے کے لئے پہلے سے تیار نہ تھا، چنانچہ 'بلا سوچے سمجھے' زمین پر آگیا اور اس کا ریوالور دور جا پڑا۔ دوسرے، منحنی ٹائپ آدمی نے جب یہ دیکھا تو نثار کے اوپر ریوالور بے دریغ خالی کردیا اور وہ فوراً زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ غالباً گولی نے اس کی گردن کو نشانہ بنایا تھا۔ وہ اوندھا تھا اور ابھی تک چھٹپٹا رہا تھا۔ اس طرف قوی ہیکل نقاب پوش اور کرنل ہاشمی گتھم گتھا تھے۔

منحنی ٹائپ شخص نے اب ہاشمی سے بھڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے نثار کو گھسیٹ کر کار میں ڈال دیا اور اطمینان سے ہاشمی کی طرف بڑھا جو قوی ہیکل کی بری طرح مرمت کر رہا تھا۔ ہاشمی نے یک بہ یک قوی ہیکل کو چھوڑ کر منحنی ٹائپ شخص کی کمر پر ایک لات رسید کی جو گولی چلانے جا رہا تھا۔ وہ دوہرا ہو گیا۔

اسی لمحے کیپٹن نثار کار سے کود پڑا۔

''بس اب موٹے مرغے! اپنی چونچ اوپر اٹھالو!'' اس نے ریوالور سنبھالتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اور قوی ہیکل اٹھ کر ایک طرف کو بھاگنے لگا۔ لیکن ہاشمی ایسے بدمعاشوں کی چال کو ایک لمحے میں پرکھنے والا آدمی تھا۔ اس نے اس قوی ہیکل نقاب پوش کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ دی۔ وہ منہ کے بل گرا۔ اب قوی ہیکل کی مکّوں سے میزبانی کی جا رہی تھی۔

''نثار تم بے فکر رہو۔ اب یہ بھاگ کر نہ جا سکے گا۔ البتہ تم دوسرے آدمی کو سنبھالو۔ دیکھو، وہ ہوش میں آرہا ہے!''

ہاشمی نے قوی ہیکل کی مرمت کرتے ہوئے نثار سے کہا۔

اور دوسرے لمحہ نثار نے منخنی ٹائپ شخص کی حجامت ٹھڈ کروں سے بنانی شروع کردی تھی۔ وہ بلبلاتے ہوئے ہوش میں آگیا۔ نثار گھونسوں کے ساتھ ساتھ اپنی زبان بھی بڑی تیزی سے چلا رہا تھا ــــ ''کیوں بے تربوز کی اولاد! ابے مرغی کی ناک! کیا تو سمجھا تھا کہ میں تیری گولی سے مر گیا؟ ــــ ہرگز نہیں! شاید تجھے نہیں معلوم ہے کہ میرے استاد نے فائر کی آواز کے ساتھ مجھے کس طرح سے گر کر تڑپنا سکھایا ہے؟!''

تھوڑی دیر بعد دونوں حملہ آور اپنی ہی کار میں لے جائے جا رہے تھے۔ کار ہاشمی ڈرائیو کر رہا تھا اور نثار پچھلی سیٹ پر بیٹھا دونوں مجرموں کی 'کنپٹیاں سہلانے' میں مصروف تھا۔ تعاقب کیے جانے کا بھی خیال رکھنا ضروری تھا۔ لہٰذا وہ پوری طرح چوکنا ہو کر کار کو بڑھا رہے تھے۔ چونکہ معاملہ نازک تھا، اس لئے وہ جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے، وہاں جانا اب خطرے سے خالی نہ تھا۔ ان کی نئی منزل ایسی تھی جو کم از کم نثار کے لئے تو انجان ہی تھی!

''کہاں چلیے گا؟'' اس نے پوچھا۔

''خود دیکھ لو گے۔'' کار ڈرائیو کرتے ہوئے ہاشمی نے مختصر سا جواب دیا۔

''آپ تو جیسے جاسوسی ناولوں کے عظیم مصنف اور بین الاقوامی شہرت کے مالک ابن صفی کے کردار کرنل فریدی کا پارٹ ادا کر رہے ہیں اور جو بات پوچھ رہا ہوں، اسے ٹال رہے ہیں! یہی نا؟''

''نثار میاں! اگر حقیقت میں کرنل فریدی کا وجود ہوتا تو میں ان کے پاؤں کی دھول سے بھی مقابلہ نہیں کر پاتا، سمجھے!'' ہاشمی نے کہا۔

''مگر میں میاں حمید کا اُستاد ضرور ہوں۔'' نثار نے کہا۔

''تم...... !ہنہہ ــــ! تمہیں حمید بننے کے لئے عمر خضر درکار ہو گی میاں! ہاں تم دنیا کے احمقوں کے استاد ضرور بن سکتے ہو۔'' ہاشمی مسکراتا ہوا بولا۔

''خدا آپ کو کروٹ کروٹ دوزخ نصیب کرے۔ آمین!''

نثار ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

تعاقب کا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ ابھی تک کوئی ایسا نظر نہ آیا تھا۔ کار تاریکی کا سینہ چیرتی ہوئی اب شہر میں داخل ہو رہی تھی۔

''ایک بات!'' غالباً نثار کے دماغ کا کوئی دروازہ کھل گیا تھا۔

''کہو ـــــ!'' ہاشمی نے مختصراً جواب دیا۔

''وہ پہلی بار دیہاتی والے بھیس میں ہم لوگ یہاں موتی نگر کیوں آئے تھے اور پھر اس رات بجلی چلے جانے پر آپ نے مجھے لوٹ جانے کو کیوں کہہ دیا تھا؟ اکیلے ہی اکیلے 'چاندنی' سے محظوظ ہوتے رہے تھے نا؟ دوسرے روز آپ نے کوئی کام کی بات نہیں بتائی ...... اب تو پوچھ سکتا ہوں؟'' نثار نے بیک وقت کئی سوالات کر دیے۔

'چاندنی' کا لفظ غالباً اس نے 'مون لائٹ' کی جگہ استعمال کیا تھا۔

''ضرور ضرور ـــــ!'' ہاشمی مسکرایا۔ ''دراصل مجھے پہلے ہی شک ہو گیا تھا کہ یہ سرکس مون لائٹ اپنے ہاں بھی کوئی گل ضرور کھلائے گا!''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھلا؟ ایک سرکس کوئی خوشبودار چیز یعنی گل وغیرہ کیسے کھلا سکتا ہے؟''

''مذاق نہیں۔ غور سے سنو۔'' ہاشمی بدستور سنجیدہ تھا۔ ''فرانس میں میرا ایک دوست آرک ہے۔ وہ خفیہ محکمے میں کام کرتا ہے۔ اسی نے مجھے خط لکھا تھا کہ مون لائٹ سرکس کی کارکردگی مشتبہ ہے۔ لیکن اس کے خلاف ثبوت ملنا محال ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ کوئی منظم گروہ ہے جو سرکس کی آڑ میں جرائم کرتا ہے۔ میں نے اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رات مون لائٹ کا جائزہ لینے کو سوچا تھا۔ اور اتفاق سے ایک زبردست واردات بھی ہو گئی۔'' پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''یوں سمجھو، اس کی بو میں

پہلے ہی سونگھ چکا تھا۔ تم حالات سے بے خبر تھے اس لئے تمہیں واپس لوٹا دیا۔ ممکن ہے تم بھی اغوا کر لیے جاتے!''

''گویا میں بھی کوئی نو زائیدہ بچہ ہوں!''۔ نثار نے منہ بسور کر کہا۔ ''چلیے، سوالات کے آخری حصے کا جواب؟''

ہاشمی نے کن انکھیوں سے نثار کی طرف دیکھا۔ پھر گرفتار شدہ حملہ آوروں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔ ''اس رات میں نے ایک قوی ہیکل سائے کا پیچھا کیا تھا۔ مگر افسوس کہ جائے واردات سے فرار ہوتے وقت وہ پستول چلانا نہ بھولا تھا! پستول میں غالباً سائیلینسر تھا۔ گولی میرے قریب سے نکل گئی تھی۔ میں نے خود گولی چلانا مناسب نہ سمجھا اور خاموشی سے اس کا پیچھا کرتا رہا۔ بالآخر وہ کم بخت ایک کنویں کے پاس جا کر غائب ہو گیا۔ دوسری صبح کو اس کنویں پر جا کر میں نے پوری چھان بین کی۔ مگر کوئی نتیجہ ہاتھ نہ آیا سوائے مایوسی کے۔ لہٰذا سوچا کہ پوری طرح جب کیس ہمارے ہاتھ میں آجائے گا، تبھی کام کروں گا۔''

''کیا وہ قوی ہیکل یہی ہے؟'' نثار نے حملہ آوروں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''چہرہ صاف نہیں دیکھ سکا تھا۔''

''تو اب کیا خیال ہے قبلہ! ان مردودوں کا اچار کیسا رہے گا۔ کسی جیل کی کوٹھری کے مسالے میں۔'' نثار کا اشارہ قیدیوں کی طرف تھا۔

''نہیں ـــ دیکھتے جاؤ۔ ویسے تم نے اپنے نام کا قافیہ تو بڑا شاندار چن لیا ہے ـــ باقاعدہ شاعری شروع کر دو! کیا رکھا ہے جاسوسی میں؟''

''بجا ارشاد فرمایا!'' نثار نے کہا۔ ''جیسے کہ کہتے ہیں، پانی پانی کر گئی مجھ کو...''

اور ٹھیک اسی وقت کار کے بریک چرمرائے۔

کار اب ایک تنگ وتاریک گلی میں کھڑی تھی۔اس وقت رات کے سوا نو کے قریب ہو رہے تھے۔ چاروں طرف سناٹا تھا اور کوئی الکٹرک پول روشن نہ تھا۔چند چھوٹے بڑے مکانات اس گلی کے اندر تھے، وہ بھی زیادہ تر نچلے طبقے کے لوگوں کو آباد کیے ہوئے! ہاشمی نے ایک مکان کے دروازے میں قفل کے اندر کنجی ڈال کر گھمائی۔

''کن محترم کا دولت کدہ ہے یہ؟''

''دیکھتے جاؤ خاموشی سے!'' نثار کو جواب دیتے ہوئے اس نے دروازہ کھول دیا۔دروازہ کھلتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے یہاں کوئی رہتا ہے! ہاشمی نے بتیاں جلا دیں اور متعدد کمروں سے گزرتا ہوا واپس باہر آ گیا۔نثار کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔وہ محض اپنے 'قبلہ' کی تقلید کرتا رہا۔تھوڑی دیر بعد اس مکان کے تہہ خانے میں وہ دونوں حملہ آور لیٹے نظر آ رہے تھے۔

''کیا ان حضرت کے 'چہرۂ معصوم' کا دیدار نصیب ہوگا؟'' نثار نے بیہوش قوی ہیکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''چاہو تو دیکھ لو۔لیکن ٹھہرو۔اس سے پہلے ایک کام کرو۔کار کو لے جا کر کسی سنسان علاقے کی زینت بنا دو۔پھر تم آسانی سے کسی رکشے سے یہاں تک پہنچ سکتے ہو۔ ہاں یہ لو چابیاں۔کمرہ باہر سے مقفل کر دینا!''

نثار، ہاشمی سے چابیوں کا گچھا لے کر سر ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

✡

پانچواں باب

موت کی آغوش میں

شام کے چار بج رہے تھے۔ کرنل ہاشمی کی موٹر سائیکل مون لائٹ کے گیٹ پر رکی۔ وہ موٹر سائیکل کو اسٹینڈ میں کھڑا کر کے دربان کے نزدیک آیا۔

''میں سی آئی ڈی کا ایک آفیسر ہوں۔ مجھے منیجر سے ملنا ہے۔'' اس نے کہا۔

''اوہ۔ وہ اس طرف۔'' دربان اٹینشن ہو جانے والے انداز میں بولا۔

ہاشمی گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں جانب مڑ گیا، جدھر دربان نے بتایا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں منیجر سے اس کی ملاقات ہو گئی۔

منیجر جو ایک جسیم آدمی تھا اور حلیے سے کوئی درندہ معلوم ہو رہا تھا، بولا۔ ''بڑی خوشی ہوئی کرنل صاحب آپ سے مل کر۔ کہیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

منیجر کے ہاتھ میں ایک نفیس قسم کا سگریٹ کیس دبا ہوا تھا۔

''میں آپ سے چند ضروری سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے، تعاون کریں گے۔'' ہاشمی نے کہا۔

''بے شک... بے شک! میں ہر ممکن آپکی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''سرکس کے نزدیک گزشتہ ہفتے جو واردات ہوئی تھی، اس وقت کیا آپ یہیں تھے؟''

''ج۔ جی۔ جی ہاں یہیں! یعنی کہ یہیں!''

''یہیں سے کیا مطلب۔ سرکس کے اندر یا باہر کہیں اور سیر و تفریح کی غرض سے؟''

''جی ہاں.... ٹہلنے گیا ہوا تھا۔ اور.....ر.......ر۔''

گھبرایئے نہیں، سنبھل کر جواب دیجئے۔ میرا مطلب ہے، کہاں ٹہلنے گئے ہوئے تھے؟''

''وہ، ہلز کی طرف۔'' منیجر کی زبان سے نکل گیا۔

ہاشمی نے نوٹ بک نکالی اور باقاعدہ بیان تحریر کرنے لگا۔

''ہاں تو کب پتہ چلا تھا آپ کو اس واردات کے بارے میں؟''

''جی۔ جی۔ وہ جب میں لوٹ رہا تھا تو معلوم ہوا اور گھبرایا ہوا پہنچا تو ___!''

''تو___؟''

''تو___! تو___؟ یہی! یہی دیکھا منظر خون وغیرہ کا ___'' اور ہاشمی نے محسوس کیا کہ منیجر نے صاف دروغ گوئی کا سہارا لیا ہے۔

''خیر___!'' کرنل ہاشمی اتنا کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور لاپروائی سے اِدھر اُدھر گھومنے لگا۔ دراصل وہ منیجر کے دماغ میں یہ بات لانا چاہ رہا تھا کہ وہ اس معاملے میں لاپروائی برت رہا ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ منیجر کی ایک ایک حرکت کا بغور معائنہ کر رہا تھا اور اتنے عرصے میں وہ دیکھ چکا تھا کہ منیجر نے ایک آدمی کو اشارے ہی اشارے میں کچھ کہا اور وہ آدمی پھر باہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

''کافی گرمی ہے!'' ہاشمی نے کہا

''جی۔ جی ہاں کرنل صاحب!''

''اچھا ٹھیک ہے۔ ویسے اب میں چلتا ہوں۔ آئندہ آپ کی ضرورت پڑی تو

پھر تکلیف دوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔کوئی بات نہیں۔ مجھے اپنا ہی سمجھیے!"

منیجر اسے باہر کے گیٹ تک چھوڑنے آیا۔

باہر پہنچ کر ہاشمی نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور روانہ ہوگیا۔جلد ہی اس نے ایک سنسان علاقے میں موٹر سائیکل روکی۔آس پاس کوئی نہ تھا۔یہ وہ شاہراہ تھی جو موتی ہلز کی طرف جاتی تھی۔اسٹینڈ پر موٹر سائیکل کھڑی کرکے اس نے بڑی تیزی سے اس کے ہر حصے کا معائنہ کرنا شروع کیا۔اور آخر کار اسے وہ شئے مل گئی جس کی اسے تلاش تھی۔وہ موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ کے نیچے تھی!

"میرے خدا۔۔۔! ٹائم بم!"

ہاشمی لاشعوری طور پر پیچھے ہٹ گیا۔

اس کی عقابی نظروں نے ایک ہی لمحے میں یہ بات دریافت کرلی۔ٹائم بم کے پھٹنے میں صرف تین منٹ کی دیر تھی۔اس نے پھرتی سے اس کو نکال کر نزدیک ہی کی بہتی ہوئی ندی میں پھینک دیا۔اور اسی پھرتی کے ساتھ موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور پھر طوفان کے مترادف بن گیا۔

دو گھنٹے بعد وہ موتی ہلز کے اوپر تھا۔یہاں اسے چند بوسیدہ اور کافی پرانے کھنڈرات نظر آئے۔وہ ان کی جانب ہولیا۔ٹارچ کی نیلی روشنی اس کی رہنمائی کررہی تھی۔ماحول پرسکون تھا۔سناٹے کی شہنشاہی بدستور تھی۔اور وہ بڑھتا چلا جارہا تھا۔حالانکہ بہت ممکن تھا کہ اس سنسان علاقے میں مجرم اسے آگھیرتے ،لیکن کرنل ہاشمی کب ان خطرات سے ڈرنے والا تھا؟ سسپنس میں دلچسپی لینا تو اس کا محبوب مشغلہ تھا اور یہی مشغلہ آج اسے سراغرسانی کی ملازمت میں لے آیا تھا۔

کھنڈر کے اندر کے درودیوار شکستہ حالت میں تھے۔ہر سو ایک قسم کی قدامت

برس رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ ایک چٹان پر اس نے ایک چمکتی ہوئی شئے دیکھی۔ یہ چار پانچ انچ لمبی اور ایک انچ چوڑی لوہے کی ایک پٹی تھی۔ اس نے اسے بڑھ کر اٹھالیا۔ ہاتھ میں دستانے پہلے ہی پہن لیے تھے۔ لیکن اس چمکیلی اور ٹھوس شئے کو اٹھاتے ہی اس نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی سامنے سے ہٹ گیا ہو! وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور اس کی حیرت عروج پر پہنچ گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ کھنڈر کی ایک شکستہ دیوار میں ایک خلا نمودار ہو گیا ہے۔ دوسرے لمحے اس نے کچھ سوچ کر چمکتی ہوئی پٹی کو اسی چٹان پر رکھ دیا۔ وہ پھر حیرت زدہ رہ گیا۔ کیوں کہ خلا اب بند ہو گیا تھا۔

''اوہ... تو یہ میگنٹ سسٹم ہے۔'' ہاشمی بڑبڑایا اور پھر دوسرے لمحے اس نے چمکیلی پٹی کو اٹھا کر چٹان کے نیچے رکھ دیا اور خود خلا میں داخل ہو گیا۔ اب اس نے ایک ہاتھ میں قلم نما ٹارچ اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھام لیا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں اسے زینے دکھائی دیئے جو نیچے کی طرف چلے گئے تھے۔

مختلف زینے طے کرنے کے بعد ہاشمی نے خود کو ایک لمبی راہداری میں پایا۔ اندھیرا یہاں بھی تھا۔ البتہ دور سے اسے کچھ کچھ روشنی نظر آ رہی تھی۔ ٹارچ کی روشنی کو استعمال کرتا ہوا وہ ادھر ہی ہولیا۔ قریب پہنچنے پر اسے ایک بند دروازہ دکھائی دیا۔ غالباً دروازے کی اوپری کھڑکی سے ہی روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی۔

ہاشمی نے کھڑکی سے اندر دیکھنے کی کوشش کی مگر سوائے دھویں کے کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ اسے کسی آواز کا احساس ضرور ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس کے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ آواز دروازے کے اندر سے ہی آ رہی تھی۔ زبان انگریزی تھی۔

''دوستو! اس شہر میں ہماری تنظیم بڑے اطمینان سے چل رہی ہے۔ ہم نے اپنے 'نو آمدہ مہمانوں' کا بھرپور استقبال کیا ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح کرتے رہیں گے! صرف ایک اہم بات یاد رکھنی ہے، وہ یہ کہ مشہور جاسوس کرنل ہاشمی کا

ڈیرہ آج کل یہیں آگیا ہے۔اور وہ کم بخت ایک شکاری کتے کی طرح ہماری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔بس اس سے بچ کے رہنا ہے۔موقع ملے تو ختم بھی کر دیا جا سکتا ہے۔''

''ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔ بالکل! ہم اس کم ظرف کو ایک دن جہنم کی سیر کرا دیں گے۔'' کئی آوازیں آئی تھیں اور ہاشمی مسکراتا ہوا اس 'تقریر' سے محظوظ ہو رہا تھا۔پہلی آواز پھر آئی۔

''راجدھانی کو آنے والے جہاز میں، جو کل شام ایر پورٹ پر لینڈ کرے گا، ہمارا ایک امریکی دوست بہت سارا غیر ملکی ہتھیار لا رہا ہے۔آپ لوگوں کو اس کے لئے ہاشمی کی نظروں سے بچ کر جانا ہوگا۔وہ شکاری کتا وہاں بھی پہنچ سکتا ہے۔''

ہاشمی زیر لب مسکرایا۔اسے پھر وہی آواز سنائی دی۔

''مجلس اب برخاست کی جاتی ہے۔ باقی ضروری باتیں ہیڈ کوارٹر میں ہو جائیں گی۔چیف باس کو آپ سب کا انتظار ہے۔''

تقریر ختم ہو گئی تھی۔کیونکہ ہاشمی نے اس کے بعد کوئی آواز نہ سنی۔اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔پھر یہ سوچ کر کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سب اسی دروازے سے نکلیں، نزدیک ہی ایک پیال کے ڈھیر میں چھپ گیا۔اور قدموں کی چاپ کا انتظار کرتا رہا۔اس انتظار کا وقفہ تقریباً دس منٹ تک کھنچ گیا۔ابھی تک کوئی ادھر نہ آیا تھا۔اس نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ وہ سب کسی اور دروازے سے نکل گئے۔یہ خیال آتے ہی وہ جلدی سے اٹھا اور اس دروازے کے قریب آیا جس کے اندر سے کچھ دیر قبل اس نے وہ 'تقریر' سنی تھی۔اس نے اپنی پتلون سے چابیوں کا ایک گچھا نکال کر قفل میں ایک چابی لگائی اور زور آزمائی کرنے لگا۔کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد قفل فرش پر پڑا تھا۔ آہستہ سے وہ کواڑ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ہلکی ہلکی روشنی اس کمرے کے اندر براجمان تھی۔یہاں اور کوئی نہ تھا۔اور یہ کمرہ جو کوئی ہال معلوم ہوتا تھا، اپنی دیواروں پہ سوا ایک

سوئچ بورڈ کے کچھ نہ رکھتا تھا۔ البتہ ہال کی چھت دلاویز تصاویر کے نقوش سے آراستہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے راجاؤں کی نشست گاہ ہو، کیونکہ فرش پر بھی بے شمار اسی قسم کے پرانے تصاویری نقوش آویزاں تھے۔ ہاشمی کی سمجھ میں یہ بات قطعی نہ آئی۔ ویسے وہ خود کو یہاں ایک راجپوت مہاراجہ ضرور تصور کر رہا تھا، کیوں کہ ابھی وہ اتفاق سے ایک راجپوت کے ہی میک اپ میں تھا اور چہرے پر شاندار قسم کی مونچھیں اس بات کی شہادت بھی دے رہی تھیں۔ فرق اتنا تھا کہ اس طرح وہ ایک 'جدید مہاراجہ' ہو گیا تھا۔ بہر حال اس نے سوچتے ہی دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ایک سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ ٹھیک اسی وقت اگر وہ برق رفتاری سے ایک سمت چھلانگ نہ لگاتا تو اوپر سے گرنے والے آہنی جال میں یقیناً پھنس چکا ہوتا! اب وہ ہوشیاری سے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیتا ہوا ہال کے اس حصے کی طرف بڑھ رہا تھا، جہاں اس نے کچھ لمبے اور کالے کالے بال دیکھے تھے۔ ''یہ بال کسی آدمی کے تو نہیں ہو سکتے؟'' وہ سوچنے لگا۔ بہر حال کچھ سوچ کر اس نے ان بالوں کو اٹھایا۔ مگر یہ کیا؟ بالوں کے اٹھاتے ہی دیوار میں ایک سمت ایک دروازہ پیدا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سامنے ایک قیامت کھڑی ہو گئی! پانچ گوریلے نما انسان یا انسان نما گوریلے کھڑے اس کو گھور رہے تھے۔ وہ سب اسی دروازے سے آئے تھے۔ ان کے سر اور چہروں پر لمبے لمبے کالے بال لٹک رہے تھے۔ جسم کے دوسرے حصوں پر گھاس کی طرح بھورے بھورے بال کھڑے تھے۔ معلوم ہوتا تھا جہنم کے فرشتے ہوں! کرنل ہاشمی جیسے شیر دل انسان کا دماغ بھی اس منظر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ماؤف ہو گیا۔ لیکن اس نے ہمت کا دامن ابھی نہیں چھوڑا تھا، گرج کر بولا۔

''اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا دو......ورنہ ریوالور کا ٹریگر دب جائے گا۔''

''ہاہاہا۔۔۔ہاہا!!!''

بے ہنگم سی آوازوں نے اس کا استقبال کیا۔ یہ انھیں پانچوں وحشیوں کی

آوازیں تھیں جو یک زبان ہو کر بولے تھے۔

دوسرے ہی لمحے ہاشمی نے ریوالور جھونک مارا مگر بے سود! وہ دھڑا دھڑ ریوالور خالی کرتا گیا، مگر اس نے دیکھا، یہ وحشی اسی طرح سے اچھل رہے تھے، جیسے چھلاوہ ہوں! گولیوں کے اس طرح خالی چلے جانے سے وہ بوکھلا سا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس کے بارے میں پرانے مجرموں اور جاسوسوں میں مشہور تھا کہ کوئی نشانہ اس کا خالی نہیں جاتا۔ اور اس ناکامی پر تو اس پر بھوت سوار ہو گیا! جھلا کر اس نے ان پانچوں وحشیوں پر چھلانگ لگا دی۔ ایک وحشی گوریلے سے وہ گتھم گتھا تھا اور چار وحشی کھڑے کھڑے قہقہے لگا رہے تھے۔ ٹھیک اسی لمحے ہال میں کہیں سے ایک گرجدار آواز آئی۔

''ہالٹو، اس وقت تم کس آدمی سے کھیل رہے ہو، میرے آرڈر سے ہٹ کر؟''

اور دوسرے ہی لمحے ہاشمی نے دیکھا کہ پانچوں وحشی خلا نما دروازے میں غائب ہو گئے ہیں! کمرے میں وہی آواز آئی۔

''تم کون ہو اجنبی ...... اور اس 'موت گھر' میں کیسے آئے؟''

''کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں ایک دو ٹانگوں والا انسان ہوں؟''

یہ ہاشمی کی آواز تھی۔

''خوب! ــــ تو تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ بہر حال تم جو کوئی بھی ہو، اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے۔ اور یہ تم ان وحشیوں سے لڑ رہے تھے! اچھے خاصے پہلوان ہو!'' لہجہ طنزیہ تھا۔ ''شاید تمہیں معلوم نہیں کہ صرف ایک وحشی انسان کی خوراک پانچ عام انسانوں کا گوشت ہے۔''

''ممکن ہے۔'' ہاشمی نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

''ممکن نہیں، حقیقت ہے۔ میں تمہیں اپنا عجائب گھر دکھاؤں گا اور پھر یہ وحشی آدم خور تمہیں بانٹ کر کھا جائیں گے۔''

آواز متواتر آرہی تھی۔ ہاشمی سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ دفعتاً اسے خیال آیا کہ لباس کے اندرونی ہولسٹر میں اس کا بے آواز ریوالور موجود ہے۔ کارتوسوں سے بھرا۔ اس نے نکالنا ہی چاہا کہ دھم سے گر پڑا۔ غالباً وہ جہاں کھڑا تھا، وہیں سے ایک دروازہ فرش میں نمودار ہوا تھا اور اب وہ تہہ خانے کے اندر کسی تہہ خانے میں تھا۔ وہ ایک لمبے چوڑے پنجرے سے بغل گیر تھا جس میں نہ جانے کتنی تعداد میں وحشی آدم خور اس کو گھورے جا رہے تھے۔ یہ منظر رونگٹے کھڑے کر دینے والا تھا۔ اس کے گمان بھی نہیں تھا کہ اس کی جان اس قدر بھیانک وحشیوں کے نرغے میں نکلے گی! دوسری طرف نظر گھمائی تو اسے ایک لیبارٹری جیسا کمرہ نظر آیا۔ سائنسی آلات سے بھرا ہوا۔ طرح طرح کے آلے تھے۔ چونکہ ہاشمی نے علم طبیعات میں ریسرچ کیا تھا اور اس کے لئے اس نے اپنے فلیٹ میں ایک تجربہ گاہ بھی قائم کی تھی، لہٰذا اس کا تجسس ان آلات کی طرف اسے کھینچنے لگا۔

''نہیں دوست! تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ صاف صاف بتا دو کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ اس کے بعد ہی تمہاری خواہشات پوری ہو سکتی ہیں۔''

اسی آواز نے کہا اور دوسرے لمحے اس کے گرد خنجروں کا ایک بازار سا لگ گیا۔ یہ خنجر جسم سے چار چار انچ کے فاصلے پر تھے۔

ہاشمی کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں ابھر آئیں۔

✿

چھٹا باب

جہاز کا اغوا اور شار کی شامت

آج کا اخبار بڑی سنسنی خیز خبر لایا تھا۔

گزشتہ روز امریکہ سے لوٹنے والے ہوائی جہاز کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ تفصیل یوں تھی کہ ـــــ جہاز کے آنے میں چند منٹ اور باقی رہ گئے تھے۔ پائلٹ برابر اطلاع دیتا رہا تھا کہ اب وہ قریب پہنچ گیا ہے اور چند لمحوں بعد ہی ایر پورٹ پر لینڈ کرے گا۔ پھر یکا یک اس کی آواز گڑبڑا گئی۔ غالباً جہاز کے ٹرانسمیٹر میں کچھ گڑبڑی پیدا ہو گئی تھی اور پھر خبر آنی بند ہو گئی۔ یوں ہی دس منٹ گزر گئے۔ راجدھانی کے ایر پورٹ پر متذکرہ جہاز ابھی تک دکھائی نہ دیا۔ قیاس لگایا جاتا ہے کہ پانچ میل دور ہی سے اس جہاز کا رخ بدل گیا۔ پھر کہاں گیا؟ کچھ پتہ نہیں۔

یہ خبر بڑی ہیبت ناک تھی۔ جن جن لوگوں کے رشتہ دار اور عزیز اس جہاز سے آرہے تھے، وہ پریشان ہو گئے۔ جہاز کے سراغ کے لئے تین اور جہاز روانہ ہو چکے تھے۔ مگر ابھی تک اس سے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ محکمہ سراغ رسانی اس عجیب کیس میں سرگرداں تھا جو موتی نگر کے قرب و جوار میں اپنا جبڑا پھیلائے بڑھ رہا تھا کہ اب ایک اور یعنی جہاز کے اغوا کا واقعہ رونما ہو گیا!

کیپٹن شار ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیے بیٹھا تھا۔ کرنل ہاشمی کی جانب سے ابھی

تک اسے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا۔ ہاشمی کی ہدایت کے مطابق وہ ٹپ ٹاپ ہوٹل سے اپنا سامان اس خفیہ مکان میں منتقل کر چکا تھا۔ اور اب وہ دونوں قیدیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے قیدیوں سے کچھ اگلوانے کی بہت کوشش کی تھی مگر قطعی ناکام رہا تھا۔ وہ بڑے گھاگ ثابت ہوئے تھے۔ نثار ایک دوبار اپنا اطمینان کرنے کے لئے تھانے بھی گیا مگر اس سنسنی خیز واردات کے متعلق کوئی کارآمد بات معلوم نہیں ہوسکی تھی۔ وہاں سے پھر وہ پہاڑی کی طرف گیا تھا۔ وہاں بھی اسے کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ البتہ واپسی پر اس نے ایک سگریٹ کا ڈبہ ضرور پایا تھا جو اسے ایک چٹان کی اوٹ میں ملا تھا۔ سگریٹ کے ڈبے کو اس نے رومال میں لپیٹ کر اٹھا لیا تھا۔

رہائش گاہ پر پہنچ کر وہ تہہ خانے میں آیا تھا، جہاں پیغام رسانی کے دیگر آلات تھے اور ایک چھوٹی موٹی تجربہ گاہ بھی تھی۔

اس وقت سورج پچھم میں ڈوبنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اور نثار کا جی کر رہا تھا کہ وہ کسی مینڈک کی طرح باقاعدہ پھدکتا ہوا کسی نالے میں گھس جائے اور ''ٹرر۔ ٹرر'' کی رٹ لگائے، مگر اس کی یہ 'منوکامنا' ادھوری ہی رہ گئی۔ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔ اس نے جھلا کر پوچھا۔ ''میں کیپٹن نثار بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟''

''میں ڈی آئی جی بول رہا ہوں۔ اغوا شدہ یا گم شدہ جہاز کے متعلق کچھ معلوم ہوا یا نہیں؟''

''ج۔۔۔۔۔۔جی نہیں۔۔۔۔۔ جناب!'' نثار نے عجلت سے جواب دیا۔ ڈی آئی جی کا اس طرح اسے بور کرنا بہت گراں گزر رہا تھا۔ اسے ڈی آئی جی کی کرخت آواز سے بہت وحشت ہوتی تھی۔ نجانے کیوں ــــــ؟ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کیس اتنا ہی اہم ہو گیا ہے کہ اس کے آفیسرز بھی موتی نگر میں قیام کرنے لگیں! اس کے بارے میں کرنل ہاشمی سے اسی روز اس نے سن رکھا تھا کہ ڈی آئی جی اور آئی جی صاحب بھی ممکن ہے، آئیں!

’’کیا سوچ رہے ہو۔خاموش کیوں ہو؟‘‘

’’ار..رر۔کچھ نہیں جناب..دراصل جی ہاں...کیا آپ کو کچھ معلوم ہوا ہے؟‘‘

’’ہاں ہاں بھئی،وہی کہہ رہا ہوں۔ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ وہ جہاز یہاں موتی نگر کے شمال کی جانب سے شروع ہونے والے جنگل میں ملا ہے۔جہاز کے دوسرے مسافروں اور پائلٹ وغیرہ کا کچھ پتہ نہیں۔البتہ جہاز جوں کا توں ہے۔کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ہمارے آدمی وہاں اترنے کی کوشش کررہے ہیں۔چونکہ جنگل کوئی زیادہ گھنا نہیں ہے، لینڈ کرنے کی جگہ بھی ہے۔لہٰذا امید ہے کہ جہاز بآسانی اڑایا جاسکتا ہے۔ہاشمی کے خیال میں مسافروں کا اغوا کیا معنی رکھتا ہے؟‘‘

’’خدا کی پناہ!میں اگر ڈکشنری ہوتا تو خود آپ کے سامنے حاضر نہ ہوجاتا!‘‘

مگر یہ جملہ،ظاہر ہے،وہ بڑبڑا کر ہی رہ گیا۔پھر یونہی پوچھا۔

’’جج...جناب!کرنل صاحب کا کچھ پتہ چل سکا یا نہیں؟‘‘

’’ابھی تک تو اس سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔اچھا تم اپنا کام جاری رکھو!‘‘اتنا کہہ کر ڈی آئی جی نے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کردیا۔

نثار اپنے مقدر کو کوستا ہوا میک روم میں آیا۔قریب آدھے گھنٹے تک میک اپ کرتا رہا۔اب وہ ان دونوں گرفتار شدہ قیدی حملہ آوروں میں سے ایک قوی ہیکل نقاب پوش کے چہرے میں تھا۔میک اپ والے کمرے سے نکل کر قیدیوں کے کمرے میں آیا۔ وہ بدستور بیہوش تھے۔کیونکہ ہاشمی نے جاتے وقت اسے سخت ہدایت دے ڈالی تھی کہ قیدیوں کو اس کے آنے تک بے ہوش ہی رہنے دیا جائے!پھر بھلا نثار کیسے نچلا بیٹھتا؟ تھوڑی دیر تک وہ ان کے چہروں کو دیکھتا رہا،پھر کمرہ مقفل کرکے باہر نکل آیا۔فلیٹ کو اچھی طرح بند کرلینے کے بعد وہ چھپتا چھپاتا گلی سے نکلا۔کچھ دور چلنے کے بعد ایک ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور سے مون لائٹ چلنے کے لئے کہا۔

بازار کے چوراہے پر مڑتے وقت اسے ایک مہیب بھیڑ دکھائی دی۔انسانوں کی بھیڑ۔ہنگامہ وفساد!شوروغل!لوگ بھاگ دوڑ مچائے ہوئے تھے۔اور چیخوں کی بارات لگی ہوئی تھی۔بسیں،کاریں،موٹریں اور سائیکلیں سب روکی جارہی تھیں۔ایک بڑا دردناک اور جگر سوز منظر تھا!قریب قریب بیسیوں آدمی بری طرح کچلے گئے تھے۔کچلی ہوئی یہ سب لاشیں ماحول کو بری طرح کرب ناک اور اثر انگیز بنارہی تھیں۔لیکن اب موٹر کار یا متحرک مشین کا کہیں پتہ نہ تھا جس نے ان زندہ افراد کو پل بھر میں خون کی چادریں اوڑھادی تھیں۔خون!ہر سمت خون!!لہو کالال لال وجود سڑک کے سلیٹی رنگ کو اپنے اندر آہستہ آہستہ سمورہا تھا!!

بڑا عجیب اور بھیانک ماحول تھا۔لوگ سہمے سہمے نظر آرہے تھے۔ہر ایک کے چہرے پر ایک قسم کا وحشت ناک خوف نمایاں تھا۔کیپٹن نثار کی کھوپڑی سن سے رہ گئی!

''اگر یہ حقیقت ہے تو....اس قدر دلیر مجرم کون ہے جو اتنی بے باکی اور درندگی کے ساتھ سرراہ جرائم کرتا پھر رہا ہے؟''اس نے اپنے ذہن سے یہ سوال کیا مگر اس کا جواب اسے نفی میں ملا۔ایک کانسٹبل سے اس نے پوچھا۔''یہ کب کی بات ہے؟''

''ابھی ابھی اور اسی وقت کی۔ایک طوفانی کار آئی اور انہیں کچلتی چلی گئی۔''

''کس جانب گئی ہے؟کار کا رنگ کیسا تھا؟اور رفتار......؟''

''مجھے نہیں معلوم۔آپ خود معلوم کرلیجیے۔''کانسٹبل چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''خیر خیر۔اس قدر برہم نہ ہوں سپاہی جی!آپ ہی لوگوں کی تو یہ کرامت ہے،ورنہ پولیس بیدار ہوتی تو ہمارے ملک کی یہ حالت ہی نہ ہوتی!''

یہ کہتے ہوئے وہ بھیڑ سے نکل آیا۔کانسٹبل ابھی تک گالیاں بکے جارہا تھا۔غالباً اسے نثار کا جملہ زیادہ کڑوا لگا تھا۔نثار نے اِدھر اُدھر دیکھا۔اس کا ڈرائیور پتہ نہیں کہاں تھا؟شاید وہ بھی بھیڑ کے شوروغل سے محظوظ ہورہا تھا۔اسے ڈھونڈنے میں نثار کو

پانچ منٹ لگ گئے۔ اتنی دیر میں لاشیں اب پولیس والوں کے حلقے میں آ گئی تھیں۔

''یہ سب کچھ سمجھ میں نہیں آتا دوست!'' ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے نثار بولا۔

''بھگوان جانے، کیا ہو رہا ہے! سالے کون حرام خور لوگ یہاں آن کر بس گئے ہیں؟'' سکھ ڈرائیور بولا۔

اور نثار سوچنے لگا کہ ہاشمی کہاں ہوگا؟ پرسوں سے غائب تھا اور ابھی تک کچھ پتہ نہ تھا۔ کیا مجرموں نے اسے پکڑ لیا؟ کیا اسے قتل کر دیا___؟ نہیں نہیں___! ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ اپنی دانست میں وہ ہاشمی کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اگر ایسا ہوگا تو وہ مجرموں کی آنے والی نسل کو بھی تباہ کرنے سے گریز نہیں کرے گا!

انھیں خیالات میں مون لائٹ آ گیا۔

وہ کرایہ ادا کر کے منیجر سے ملنے کی غرض سے مون لائٹ کی سمت خراماں خراماں ہو لیا۔ سڑک سے نیچے اتر کے سرکس کی باؤنڈری کے پاس پہنچا۔ ایسا اس نے احتیاطاً کیا تھا، ورنہ سیدھے گیٹ پر بھی اتر سکتا تھا۔

منیجر اس کے سامنے کھڑا تھا اور نثار کے ہاتھ میں ایک مثلث نما کارڈ دبا تھا جس پر ایک گوریلے نما انسان کی تصویر چھپی تھی۔ دراصل یہ کارڈ اسے اُن گرفتار شدہ حملہ آوروں میں سے ایک (قوی ہیکل) کے لباس سے ملا تھا۔ ہاشمی کو اس کا پتہ نہ تھا۔ منیجر نے کارڈ دیکھتے ہی اسے بڑی عزت سے بٹھایا۔

''غالباً آپ مسٹر ٹوڈف ہیں؟'' منیجر بولا۔

''جی ہاں!'' نثار نے موقع جان کر ہامی بھری۔

''مگر چار پانچ روز ہوئے، کہاں تھے؟''

''دراصل باس....''

''ہاں، ہاں ٹھیک ہے۔ باس نے آپ کو طلب کیا ہے۔ یہ رہا باس کا نیا فون

نمبر! آپ باس سے گفتگو کر سکتے ہیں۔''

منیجر نے نثار کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا تھما دیا۔

نثار جلدی سے باہر آیا۔ کچھ دور پیدل ہی چلنا پڑا۔ پھر ایک خالی ٹیکسی کر کے ایک قریبی ٹیلی فون بوتھ کے نزدیک اتر گیا۔ بوتھ میں پہنچ کر چند لمحے نمبر ملاتا رہا۔ پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔

''ہلو! میں ہوں سی آئی ڈی سے کیپٹن نثار۔''

''ہاں کہیے!'' اُدھر سے آواز آئی۔

اچانک اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کی گفتگو چھپ کر سننے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ ریسیور رکھ کر باہر آیا۔ مگر اس کا یہ اندازہ سو فیصد غلط نکلا۔ باہر کوئی نہ تھا۔ ٹیلی فون بوتھ میں دوبارہ آ کر اس نے رِنگ کیا۔ اور پھر مون لائٹ کے منیجر کے دیے ہوئے فون نمبر کے بارے میں ایکسچینج سے پتہ کیا کہ یہ کسی سیٹھ مہنگی لال کا فون نمبر تھا جو ماما اسٹریٹ کے سامنے رہتا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد اب وہ کسی ٹیکسی کی تلاش کر رہا تھا۔

آٹھ بجنے کو تھے۔ برقی روشنیوں سے ماحول اچھا معلوم ہو رہا تھا۔ یہ سڑک ویران نہ تھی۔ اِکا دُکا رکشا اور دوسری سواریاں نظر آ ہی جاتی تھیں۔ ویسے بھی نثار اس وقت پیدل چلنے میں فرحت محسوس کر رہا تھا۔ خواب ناک رات اور گرمی کی فضا تھی۔ ہوائیں ٹھنڈی چل رہی تھیں۔ آسمان ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اڑ کر ستاروں پر پہنچ جائے مگر پھر خیال آیا کہ اگر اس کے ڈَینے ہی ہوتے تو مجرموں کو پکڑنے کے لئے ٹیکسی اور موٹر کی کیا ضرورت تھی؟ بہر حال مجرموں کا خیال آتے ہی اس کی متجسس نظروں نے ایک رکشے والے کو تلاش کر لیا۔ اور پھر مہنگی لال کا پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔

●

رات کے ساڑھے نو کا عمل ہو رہا ہوگا۔ ایک آدمی شہر کے مشہور سیٹھ مہنگی لال

کے دربان سے جھگڑا کر رہا تھا۔ دربان کا کہنا تھا کہ یہ عمارت سیٹھ مہنگی لال کی ہے اور وہ یہاں کا نوکر ہے...... اور وہ آدمی کہہ رہا تھا ــــ ''یہ عمارت سستی لال کی ہے۔ اور تم ایک جوکر ہو۔''

''آپ مجھے بدھو نہیں بنا سکتے جناب!'' دربان بپھر گیا۔

''بنا سکتا ہوں بلکہ بگاڑ بھی سکتا ہوں۔ نہیں تو جان جاؤ اچھی طرح کہ یہ عمارت سیٹھ سستی لال عرف آٹا پرشاد کی ہے اور تم اس کے چوکر ہو!''

''زبان سنبھال کے کمینے!'' دربان نے لاٹھی سنبھال لی۔

''ارے بھائی مسور کی دال کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تم یہ کارڈ لے جا کر اپنے مالک کو دکھا دو۔ تمہارا مالک دُم ہلاتا آئے گا!''

''کیا میرا مالک کوئی گلہری ہے؟'' دربان نے آنکھیں نکالیں۔

''اماں یار، ایک شہری تو ہے نا ــــ؟ تم جاؤ تو سہی!''

''نہیں مل سکتے آپ! چلے جایئے یہاں سے ورنہ ......''

اور اجنبی نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ کیونکہ دربان بھدی بھدی گالیوں سے اس کی مزاج پرسی کرنے لگا تھا۔ اجنبی بڑی کشمکش میں پڑ گیا۔ دربان کمبخت پھاٹک پر ہی تھا۔ کال بل کے بٹن تک پہنچنے کے لئے اسے لان عبور کرنا پڑتا اور چونکہ رات کا وقت تھا۔ ظاہر ہے لان میں کتے ہوں گے! کچھ دیر پہلے اس نے کتوں کی آوازیں سنی بھی تھیں۔ دفعتاً کچھ سوچ کر وہ مسکرایا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں دس کا ایک نوٹ لہرا رہا تھا۔

''میرے بھائی! کام بے حد ضروری ہے۔ حقیر سی رقم صرف پان کھانے کے لئے رکھ لو۔'' وہ دربان سے مخاطب ہوا۔

''ہی ہی ہی!'' دربان نے دانت نکال دیے ــــ ''تو آپ کو پہلے نا کہنا

چاہیے تھا کہ اتنا ہی ضروری کام ہے!" اس نے لپک کر نوٹ اور اجنبی کا دیا ہوا کارڈ لیا اور لاٹھی "کھٹ کھٹ" کرتا ہوا چلا گیا۔

"جا بیٹے! آٹا کے چوکر۔" کمبخت فوراً پھول گیا۔" اجنبی بڑبڑانے لگا۔ پھر اس کی نظریں عمارت کے قرب و جوار کا جائزہ لینے لگیں۔ وہ بلیوں کے سے انداز میں ادھر اُدھر تاک جھانک کر رہا تھا۔ اس سے قبل سیٹھ مہنگی لال سے اسکی کوئی ملاقات نہ تھی۔

"چلیے!" دو منٹ بعد دربان حاضر ہوا۔

چند لمحے بعد اجنبی سیٹھ مہنگی لال کے مہمان خانے میں بیٹھا چھپکلیوں کی طرح منہ چلا رہا تھا۔ سامنے ایک سیٹھ نما شخص کھڑا تھا۔

"تو تم ٹوڈف ہو؟"

"یس باس!" نثار بولا۔

"خاموش! باس میں نہیں۔ میں تو صرف احکامات صادر کرتا ہوں۔ ابھی ابھی حکم ملا ہے کہ ٹوڈف جہاں کہیں بھی ملے، میں باس کے حوالے کر دوں۔" اور اتنا کہہ کر سیٹھ نے ریوالور نکال لیا اور ٹو دف یعنی نثار میاں کے ہاتھ خود بخود اوپر اٹھ گئے۔

"چلو!" سیٹھ کی رعب دار آواز کے اثر سے وہ کرسی چھوڑ چکا تھا اور اب بغیر چوں و چرا کیے آگے بڑھ رہا تھا۔ سیٹھ اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ یہ ایک لمبی راہداری تھی جو قریب قریب تاریکی میں تھی۔

"میں کہتا ہوں، میری خطا کیا ہے؟"

نثار کی آواز میں کسی قدر جھلاہٹ شامل تھی۔

"چپ چاپ چلتے رہو۔ میرے ریوالور نے آواز کے ساتھ گولی پھینکنا نہیں سیکھا۔ سمجھے!"

سیٹھ کی آواز نے نثار کی ریڑھ کی ہڈی میں برقی لہریں دوڑا دیں۔ اس کے

چہرے سے پسینے کی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ وہ موقع دیکھ رہا تھا کہ کب اس کو زیر کرے مگر سیٹھ واقعی چالاک تھا۔ ہر لمحہ نثار نے اپنی پیٹھ پر ریوالور کا لمس محسوس کیا۔ نثار کو لے کر وہ ایک گول کمرے میں آیا اور کھڑے ہی کھڑے اسے حکم دیا کہ سامنے والی دیوار میں لگے سرخ رنگ کے سوئچ کو دبائے، ورنہ گولی اس کی گردن میں سوراخ کیے بغیر نہ مانے گی۔ اور پھر ''مجبوری'' نام کے کسی لفظ سے آشنا ہو کر نثار نے وہی کیا، جو سیٹھ کا حکم تھا۔ نتیجے میں دوسرے لمحے وہ ایک گھپ اندھیرے کمرے میں سما گیا۔ غالباً گول کمرے میں وہ جس جگہ کھڑا تھا، وہاں اس کے قدموں کے نیچے کسی تہہ خانے کا دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔

اور اب وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ دفعتاً ایک بات کا خیال آتے ہی وہ بہت خوش ہوا۔ اور وہ یہ کہ سیٹھ نے اس کا ریوالور اسی کے پاس رہنے دیا تھا۔ یہ ایک ایسا ریوالور تھا جس میں ایک قلم نما ٹارچ بھی تھی۔ ریوالور نکال کر اس نے ٹارچ روشن کی۔ پھر وہ بوکھلا کر رہ گیا۔ یہ نیلے رنگ کی دیواروں کا ایک کمرہ تھا۔ کمرے میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جس سے پتہ چل سکے کہ کوئی انسان کا بچہ یہاں رہتا ہے؟ البتہ چاروں طرف انسانی کھوپڑیاں بڑے سلیقے سے رکھی گئی تھیں۔ ہر کھوپڑی اپنی جگہ اس کے ذہن پر خوف طاری کرتی رہی۔ اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ درندوں کے کسی مرگھٹ میں آ گیا ہے! اس عجیب اور ڈراؤنے ماحول میں اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ایک جھرجھری سی اس کے بدن میں سما گئی!!

✪

ساتواں باب

فرار اور پیغام

زندگی میں پہلی بار اتنی بے بسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ویسے کرنل ہاشمی کبھی یہ نہ کہتا تھا کہ ہر پریشانی سے خود کو بچا ہی لے گا! اس کا قول تھا کہ انسان کو حالات کے اوپر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اور اس بات کا وہ خود بھی قائل تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے آپ کو حالات کے اوپر چھوڑ دیا تھا اور آنے والے لمحوں کا انتظار کر رہا تھا۔ آدم خور انسان اس کو بری طرح گھور رہے تھے۔ دوسری طرف خنجروں کا جمگھٹ تھا جو اس کے وجود پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اب تک یہ سمجھ چکا تھا کہ یہ زمین دوز حویلی کسی پرانی سلطنت کی رہی ہوگی جو ان مجرموں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ اور اب انھوں نے اس میں ''سائنسی کرشمے'' کا اضافہ کر کے اپنے مجرمانہ کارخانے کی تشکیل کر لی تھی۔ ہاشمی کے ہاتھ اور پیر سلب ہو کر رہ گئے تھے۔ جسم کا کوئی حصہ وہ ہلا نہیں سکتا تھا۔ بجلی کی گرمی اس قدر تھی کہ فولاد بھی موم بن جائے! اور پھر ہاشمی تو گوشت پوست کا ایک انسان تھا۔ اگر اس کا وجود رقیق شئے میں تبدیل ہو جاتا یا تارکول بن جاتا تو کوئی حیرت کی بات نہ ہوتی!

''کیسا محسوس ہو رہا ہے؟'' نامعلوم آواز نے دوسرے لمحے اس کا استقبال کیا۔ ''اگر تم نے اپنا راز نہ بتایا..... تو اسی طرح خنجر تمہارے جسم کو چھلنی کر دیں گے اور پھر دو گھنٹے بعد تمہارا سراپا کسی سیال میں تبدیل ہو چکا ہوگا! کیا سمجھے؟''

ہاشمی نے سوچا کہ اگر وہ اسی طرح اپنی حالت کی پروانہ کرتے ہوئے اکڑا رہا تو کمبخت مجرم بھی ہاتھ سے جائے گا اور ممکن ہے وہ خود بھی مارا جائے! لہٰذا اس نے یہی غنیمت جانا کہ بات بنا کر کام نکال لے!

''تم مجھے آزاد کردو! میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔'' اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے!'' نامعلوم آواز آئی۔ ''ہاں مگر کوئی نازیبا حرکت نہ کروگے، یاد رکھو! یہ افریقی گوریلے بھوک لگنے پر تمہاری گردن مروڑنے سے پہلے قطعی 'بے دماغ' ہو جائیں گے۔ کیا سمجھے؟''

''سمجھ گیا۔ اب گرمی بڑھ گئی ہے۔ کھولو جلدی۔'' اور اتنا کہنا تھا کہ خنجروں کا وہ بازار غائب ہو گیا۔ اور ہاشمی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ وہ کس طرح دائیں جانب دیوار کی طرف خود بخود کھنچتا چلا گیا! دیوار کے نزدیک پہنچا تو وہاں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں!

یہ ایک سنہرے رنگ کا کمرہ تھا۔ اس میں چند کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہاشمی کو اسی کھینچنے والی نامعلوم قوت نے ایک کرسی پر بیٹھا دیا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کوئی اور نظر نہ آیا۔ اس کے ہاتھ پیر ابھی ویسے ہی سلب تھے۔ اچانک ایک آواز گونجی۔

''کیا نام ہے تمہارا دوست؟''

اور ہاشمی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کمرے کے ایک کونے میں ایک سنہرے رنگ کے نقاب پوش کو نمودار ہوتے دیکھ لیا تھا۔ نقاب پوش کے ایک ہاتھ میں ایک کیمرہ نما مشین تھی۔ ہاشمی نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اس پر چھلانگ لگا دے مگر ناکام رہا۔ جسم کے سارے اعضاء ابھی بھی کرسی سے چپکے ہوئے تھے۔

''مجھے اسرار سنگھ کہتے ہیں۔'' ہاشمی نے اپنا نام بتایا۔

''کیا کرتے ہو؟'' نقاب پوش نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''راجدھانی میں مرغیوں کی تجارت کرتا ہوں۔'' ہاشمی نے مزید کہا۔ ''سرکس دیکھنے آیا تھا۔ سوچا ذرا موتی ہلز کا بھی دیدار کرلوں۔ اس کا نام بہت سن رکھا ہے۔ کیوں یہ ایک حقیقت ہے نا؟''

''کہتے چلو!'' نقاب پوش کے لہجے میں غرّاہٹ تھی۔

''ہاں تو..... چونکہ مجھے پُر فضا مقامات سے روحانی لگاؤ ہے۔ لہٰذا یہاں سیر کرنے آگیا..... اور..... دوسری بات یہ کہ..... کھنڈر میں ایک چٹان پر مجھے ایک چمکیلی چیز نظر آئی اور اس کو اٹھایا تو یہاں نظر آرہا ہوں!''

''میں کس طرح یقین کرلوں کہ تم مرغی بیچتے ہو اور پھر مرغی بیچنے والے اس درجہ ٹھاٹ باٹ سے نہیں رہتے۔ تم تو صورت سے کوئی راجکمار معلوم ہو رہے ہو........ کیوں؟'' نقاب پوش کا لہجہ قدرے تیکھا تھا۔

''دوست، کیا کہوں؟ اب تم سے تو کچھ چھپانا نہیں! کچھ 'اِدھر سے اُدھر' کردیتا ہوں، بس زندگی شہزادوں کی طرح گزر جاتی ہے۔''

''خوب۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اسمگلنگ میں بھی دلچسپی لیتے ہو!؟''

''شوق ہے۔''

نقاب پوش چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔

''کیا تم ہمارے گروہ میں شامل ہوگے؟ تمہیں اس تہہ خانے میں رہ کر صرف پیغامات وصول کرنے ہوں گے، جو کہ ہمارے آدمی تمہیں بھیجا کریں گے؟''

''قبول ہے سر ـــــ!''

ہاشمی نے اس دفعہ نقاب پوش کو سر جھکا کر تعظیم دی۔

ایسا اس نے مصلحتاً کیا تھا۔

ہاشمی نے بات چیت کے درمیان اسے اچھی طرح ذہن نشیں کرلیا تھا کہ نقاب پوش کے ہاتھوں میں ریوالور اور کیمرے نما مشین کا رُخ بدستور اسی کی طرف رہا ہے! اس نے سوچا، ممکن ہے وہ اسی کیمرے نما مشین کی وجہ سے سلب ہوگیا ہو!

''چلو ـــــ ! مگر غداری کرتے وقت تمھاری کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔اور آدم خور انسان تمھاری موت بنیں گے۔''

نقاب پوش کہتا رہا اور ہاشمی اس کے آگے آگے چلتا رہا۔اس کمرے سے نکل کر نقاب پوش اس کو دوسرے کمرے میں لے آیا۔

''یہ رکھو۔خفیہ کارڈ پہچان کے لئے۔''

سنہرے نقاب پوش نے اس کو ایک مثلث نما کارڈ دیا جس پر ایک وحشی نما انسان کی تصویر چھپی تھی۔

''بغل والے کمرے سے نکل کر کمرہ نمبر دو میں چلے جاؤ۔وہاں تمہیں ایک ٹیبل پر بہت ساری مشینیں دکھائی دیں گی۔ ہر ایک کے اوپر نمبر کندہ ہوگا۔مشین زیرو سکس (06) میں تین ٹرانسمیٹر ہوں گے۔ٹرانسمیٹر نمبر دو پر بے شمار بٹن ہوں گے۔بٹن نمبر تین کو دباتے ہی تمہیں پیغامات ملنا شروع ہو جائیں گے اور اس طرح تم کام کرتے رہو گے ـــــ اور بس ! آگے مشینوں کے بارے میں کچھ اور باتیں بتائی جائیں گی۔آج صرف اتنا ہی ! ارے ریوالور تو ہوگا تمہارے پاس؟'' نقاب پوش نے ساری باتیں سمجھاتے ہوئے ہاشمی سے پوچھا۔

''نہیں سر، ساتھ نہیں لایا۔'' یہ ہاشمی کا جواب تھا۔

''خیر کل مل جائے گا۔جاؤ!''

''شکریہ باس!''

اتنا کہہ کر کرنل ہاشمی اس 'باس' کے کہنے پر متذکرہ کمرے میں آیا۔یہاں ڈھیر

ساری مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ زیادہ تر نامکمل اور ادھوری لگ رہی تھیں۔ البتہ ٹرانسمیٹر سب غیر ملکی اور قیمتی تھے۔

ہاشمی غور سے ان کا معائنہ کرنے لگا۔

تھوڑی دیر تک وہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ کوئی اس کو دیکھ تو نہیں رہا ہے، مشین نمبر زیرو سکس (06) کے بجائے زیرو ایٹ (08) کے ٹرانسمیٹر نمبر دو کا ایک بٹن دبا دیا۔

●

دوسرے لمحے اس نے محسوس کیا کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ ہل رہا ہے۔ وہی اکیلا نہیں بلکہ سارا کمرہ اور کمرے کے اندر کی ساری چیزیں ہل رہی ہیں۔ پھر کیا تھا، اچانک ہاشمی کی چھٹی حس نے اسے جھنجھوڑا اور اس نے بڑی پھرتی سے کمرے میں نظر آنے والے خلا میں چھلانگ لگا دی۔

اب وہ بے تحاشہ دوڑا جا رہا تھا بغیر کسی سمت کا تعین کیے ہوئے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں اب ایک ریوالور بھی چمک رہا تھا جس کو اس نے ابھی ابھی اپنے لباس کے اندرونی حصے سے نکالا تھا۔

اسی لمحے کہیں سے آواز آئی جو کسی مائیکروفون سے آتی معلوم ہو رہی تھی!

''دوڑو ــــ !دوڑو ــــ ! پکڑو سالے کو! برباد کر ڈالا! ایک دم بیکار کر ڈالا۔ بالکل ستیاناس......''

اور پھر قدموں کی چاپ کے ساتھ ریوالور کی آوازیں ہاشمی کے کانوں سے ٹکرانے لگیں۔ چونکہ راہداری میں اندھیرا تھا، اس لئے وہ زمین پر لیٹ گیا۔ کئی گولیاں اسی لمحے اس کے سر کے اوپر سے پار ہوئیں۔ قدموں کی آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی گئیں اور ہاشمی نے ان قدموں کی آوازوں پر ہی نشانہ لے کر فائر کرنا شروع کیا۔ ہر فائر

کے ساتھ فضا میں ایک عدد چیخ یقیناً بلند ہوتی۔ کبھی اس نے ایک ہی فائر کے ساتھ دو دو چیخیں سنیں۔ غالباً ایک تیر سے دو شکار والی ضرب المثل بر وقت کام کر رہی تھی۔ وہ اندھا دھند فائر کیے جا رہا تھا۔

دو تین منٹ گزرے ـــــ

قدموں کی آوازیں اب کچھ کم آنے لگیں۔ اس کے ارد گرد دھبّوں کا ڈھیر تھا۔ یہ حملہ آوروں کی لاشیں تھیں۔ جب اس نے اطمینان کر لیا کہ اب کوئی نہیں آ رہا ہے تو اس نے اپنی پتلون کی خفیہ جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔

غالباً وہ کسی کو پیغام دینے جا رہا تھا۔

✪

آٹھواں باب

پراسرار کار

موتی نگر شہر میں قتل وخون کے جتنے واقعات ہوئے تھے، ان سب پر راجدھانی ایروپلین کے اغوا والا معاملہ پوری طرح حاوی تھا۔ محکمۂ سراغرسانی کے سارے آفیسر بری طرح پریشان تھے اور عوام چن چن کر پولیس کو گالیاں دے رہے تھے۔ وارداتیں بدستور ہورہی تھیں اور آج شام والا واقعہ تو کسی قیامت سے کم نہ تھا! وہ پُراسرار کار جس نے سرراہ بیسیوں آدمی کو کچل ڈالا تھا، طوفان کی طرح غائب ہوگئی تھی۔ لیکن ایک ٹریفک کانسٹبل کو کسی طرح اس حقیقت کا پتہ چل گیا اور اس نے محکمے کو اس کی خبر دے دی۔ لہٰذا پولیس کی ڈھیر ساری لاریاں اس پُراسرار کار کا پیچھا کرنے لگیں۔ اور پھر یوں ہوا کہ وہ پُراسرار کار شہر کے ایک سنسان علاقے کی طرف مڑ گئی۔ کچھ دور چلنے پر اس کی رفتار کم ہوگئی۔ پھر وہ رُک گئی۔ پولیس نے اس کو حلقے میں لے لیا۔ لیکن کار میں کوئی ڈرائیور دکھائی نہ دیا۔ پھر کیا تھا پولیس کے ڈرپوک کانسٹبلوں نے ''بھوت بھوت'' کہتے ہوئے شور مچانا اور بھاگنا شروع کردیا۔ اور ٹھیک اسی لمحے ایسا ہوا کہ اس سنسان علاقے کی ایک سمت سے گولیاں چلنے لگیں۔ پھر باقاعدہ پولیس اور نامعلوم دشمنوں میں ٹھن گئی۔ آدھے گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی۔ پولیس کے کئی کانسٹبل مرے اور گھائل ہوئے۔ ماحول پر شب کا وجود حاوی ہوچکا تھا۔ فضا میں سناٹا چھانے لگا۔ مخالف پارٹی کے لوگ اب

فائرنگ کم کر رہے تھے۔ غالباً وہ پیچھے بھاگ رہے تھے۔ پولیس نے پیچھا کیا مگر بے سود۔ آگے کچھ پتہ نہ چلا۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون لوگ فائر کر رہے تھے؟ بالآخر فائرنگ انچارج پولیس انسپکٹر دلیپ نے روانگی کا حکم دیا۔ اور پولیس تھکی ہاری ہراساں واپس ہوئی۔ ناکامی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے!

لاشوں کو کچلنے والی وہ پُراسرار کار ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ پھر واپس ہوتی ہوئی پولیس کی لاریاں جیسے ہی اس کار کے نزدیک سے گزریں، کار کے چیتھڑے اڑ گئے! کئی لاریاں رک گئیں اور ان کے ٹائر برسٹ ہو گئے۔ کچھ کانسٹبل گھائل بھی ہوئے۔ انسپکٹر دلیپ کے بائیں بازو میں زور کا دھچکا لگا۔

''ٹائم بم تھا شاید!'' وہ بدبدایا۔

اس سانحے کے بعد دو چار دس کانسٹیبل جو بچے تھے، آندھی اور طوفان کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔ انسپکٹر بے چارہ اکیلے اب اپنی لاری کو آہستہ آہستہ بڑھانے لگا۔ دفعتاً اس کے ڈیش بورڈ کے ایک حصے پر ایک خفیہ چھوٹا سا دروازہ نمودار ہو گیا اور اس میں ہرے رنگ کا بلب جلتا ہوا نظر آنے لگا۔

''اوہ ـــــ!'' اتنا کہہ کر انسپکٹر اس کی طرف متوجہ ہو گیا جو دراصل ایک ٹرانسمیٹر تھا اور یہ بلب اس کے آن ہونے کا اشارہ تھا۔

انسپکٹر دلیپ نے فوراً کال ریسیو کی۔

''ہلو..ہلو..آئی ایم انسپکٹر دلیپ!''

''آئی ایم ہاشمی... کرنل ہاشمی!''

''ارے کرنل صاحب! فرمایئے کیا حکم ہے؟ اور جناب، آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟''

''میری بات غور سے سنو! جتنی جلد ممکن ہو، اپنے آفیسرز سے مل کر موتی ہلز پر

چلے آؤ اور اس کا محاصرہ کرلو! اوور اینڈ آل۔''

انسپکٹر دلیپ نے کچھ اور کہنے کے لئے منھ کھولا ہی تھا کہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ اس نے جلدی سے اس خودکار ٹیپ ریکارڈر کو چیک کیا جس میں ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو خود بخود ٹیپ ہو جایا کرتی تھی اور پھر کار کو طوفان کے مترادف بنا دیا۔

●

موتی نگر کی پہاڑی پر پولیس والوں کا مجمع نظر آرہا تھا۔

پہاڑی پر کہیں کسی غار کا پتہ نہ چلا۔ ایس پی، ڈی ایس پی، آئی جی، ڈی آئی جی اور دوسرے افسروں کا جمگھٹا صاف دکھائی پڑتا تھا۔

وہ سب کھنڈر کے قریب پہنچے۔

''غالباً کوئی غار! آیئے دیکھیں۔'' آئی جی نے کہا اور پھر سب اس طرف بڑھ گئے۔ اب وہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اور یہ زمیں دوز غار صاف نظر آرہا تھا۔ ان لوگوں میں تھوڑی دیر تک خیال آرائی ہوتی رہی۔ پھر یکے بعد دیگرے سارے افسران ہوشیاری سے اندر اترنے لگے۔ اندر زینے تھے۔ اس کو طے کرنے کے بعد وہ ایک راہداری میں آگئے۔ ٹارچ کی شعاعیں اندھیری راہداری میں چکّر لگا رہی تھیں۔

کچھ ہی دور چلنے کے بعد انھیں محسوس ہوا، جیسے کوئی ان کی طرف دوڑا آرہا ہو!

وہ سب چوکنا ہو گئے اور آنے والے شخص کو غور سے دیکھنے لگے، جواب بہت قریب آچکا تھا۔ جیسے ہی وہ پُر اسرار شخص ان کے قریب پہنچا، آئی جی نے آگے بڑھ کر ریوالور تانتے ہوئے کہا۔

''ہاتھوں کو اوپر کرو، کون ہو تم؟''

''ارے ارے۔ یہ میں ہوں۔'' آنے والے راجپوت نما شخص کا لہجہ تحیر سے لبریز تھا۔

''ارے، یہ تم ہو کرنل! اس لباس میں؟'' آئی جی نے ہاشمی کی آواز پہچان کر ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ ''کہو، کیا یہی مجرموں کی آماجگاہ ہے؟ کہاں ہیں وہ کم بخت؟ گرفتار کرو جلدی!''

''جناب ......اس قدر گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ذرا صبر سے کام لیں۔ اِدھر آیئے آپ لوگ ۔غالباً مجرم فرار ہو گئے ہیں ۔اب ان کی دھول بھی مل جائے تو غنیمت ہے۔''

ہاشمی کے مشورے کے مطابق یہ آفیسرز آگے پیچھے چل رہے تھے۔دُور دُور تک تاریکی اور سناٹا دکھائی دے رہا تھا۔ چلتے چلتے کرنل ہاشمی یک بیک چونکتے ہوئے بولا۔

''یہ نثار کہاں ہے؟''

''اس کا کچھ پتہ نہیں۔ مجھے شام کے بعد اس نے کوئی کال نہیں کی۔ ویسے انسپکٹر دلیپ کو تم نے صحیح وقت پر خبر کی۔'' ڈی آئی جی بولا۔

ہاشمی اور پولیس کے آفیسرز اب ایک کافی لمبی چوڑی دیواروں والے ہال کے نزدیک آگئے ۔یہ وہی ہال تھا، جہاں دو روز قبل ہاشمی نے مجرموں کے سنہرے باس کی تقریر سنی تھی۔

سارے آفیسرز ہاشمی کے چہرے کو حیرانی سے تکے جا رہے تھے جو اِدھر اُدھر کی دیواروں پر لگے بٹن کو دباتا، تہہ خانے میں اترتا، ان کو راستہ بتاتا جا رہا تھا۔اس درمیان وہ کئی کمروں اور لاشوں کے اوپر سے ہو کر گزرے۔ایک کمرے میں وہ کانسٹیبل بھی بندھے پڑے نظر آئے جو مون لائٹ والے حادثے میں غائب ہوئے تھے۔انھیں آزاد کرایا گیا۔

دفعتاً ہاشمی چونک پڑا۔''ارے یہ کیا!''

اور پلک جھپکتے اس زمین دوز عمارت کے پچھلے حصے منہدم ہونے لگے۔

''بھاگو ــــ!'' ہاشمی چیختا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

اچھی خاصی دھما چوکڑی مچ گئی۔ سب ہی کو اپنی جان بچانے کی فکر ہوگئی تھی اور ان میں سے ہر فرد یہی سوچ رہا تھا کہ کس طرح پہلے جان بچائے! نتیجتاً اس دوڑ دھوپ میں وہ لوگ گر بھی پڑتے اور پھر اٹھ کر آگے کی طرف بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیتے۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ملک الموت ان سب کے تعاقب میں ہو!

سب سے آگے ہاشمی دوڑ رہا تھا۔ باقی آفیسرز اس کے پیچھے تھے۔ عمارت کے حصے اب بھی گر رہے تھے۔ ان کے گرنے اور بھاگنے کی آوازوں نے مل جل کر ایک قسم کی ''دھم... دھڑا... دھڑ... دھم'' کی بازگشت کی تخلیق کرنی شروع کر دی تھی۔ اور پھر یک بیک ان آوازوں پر ایک گرجدار انسانی لہجہ حاوی ہو گیا۔

''ٹھہر جاؤ۔ ! کون ہے؟ ٹھہر جاؤ، ورنہ تم سب اپنے زوال کے خود ذمہ دار ہو گے۔ ٹھہر جاؤ! تم سب ہم سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ ٹھہر جاؤ! دیکھو پھر کہتا ہوں ٹھہر........''

''ادھر آیئے ــــ!'' اور ہاشمی اپنے ساتھ آفیسروں کو لیتا ہوا بغل کی ایک دیوار میں پیدا ہونے والے خلا میں سماتا چلا گیا۔ اور دوسرے لمحے وہ سب ایک لمبے چوڑے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ یہاں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ ہاشمی نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس پر فائر کر دیا۔ ''ٹھائیں!'' کی آواز کے ساتھ قفل نیچے گر پڑا۔ ہاشمی پہلے اندر داخل ہوا۔ اندر عجیب منظر تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ کمرے کی چھت اور دیواروں میں مشینیں لگی ہوئی تھیں اور طرح طرح کے آلے اِدھر اُدھر نصب تھے۔ تجسس کی آنکھیں کھلے بغیر دم نہ لیتی تھیں۔ کمرے کے وسط میں ایک بہت بڑا آہنی چکہ چل رہا تھا۔ بلکہ اس کو ایک مشین چلا رہی تھی۔ اس مشین کا پیکر انسان نما تھا۔ اسے ایک 'مشینی آدمی' کا نام دیا جا سکتا تھا۔ کمرے کے ایک

کنارے کرسی پر ایک سنہرے نقاب میں ملبوس کوئی آدمی مائیکروفون پر بیٹھا ''ٹھہرو، ٹھہرو، ٹھہر جاؤ'' کی گردان کیے جا رہا تھا۔

ہاشمی اور پولیس آفیسروں کے اس طرح غیر متوقع طور پر کمرے میں داخل ہونے پر وہ سنہرا نقاب پوش گڑبڑا گیا اور چاہا کہ فوراً اٹھ کر ان پر چھلانگ لگا دے کہ اسی لمحہ ہاشمی کا فولادی مُکا اس کی ناک پر پوری طاقت سے پڑا۔ نتیجے میں وہ الٹ گیا اور اب وہ بے چارہ خود ہی 'ٹھہر گیا'۔ پھر یکے بعد دیگرے حملوں سے دوہرا ہو گیا۔ دوسرے آفیسرز حالات سنبھال چکے تھے۔ ہاشمی نقاب پوش کی 'حجامت بناتے ہوئے' چیخا۔ ''آئی جی سر! جلدی سے مین سوئچ اس کمرے کا آف کرائیں، جو ٹھیک سامنے کی دیوار کی بیچ میں ہے۔ جلدی سے! ورنہ یہ آہنی انسان ہم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا!'' اور پھر کئی لوگ مین سوئچ پر جھپٹ پڑے۔ کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ نگران کی ٹارچیں اندھیرے سے جدوجہد کرنے لگی تھیں۔

مین سوئچ کے بیکار ہونے پر پتہ چلا کہ آہنی انسان اب خاموش ہے اور آہنی چکہ بھی چلنا بند ہو گیا ہے۔ کمرے کے اندر مشینوں کے کام کرنے سے جو ایک قسم کی گھڑگھڑاہٹ فضا میں تھی، وہ بھی غائب ہو گئی ہے۔ ہاشمی نے نقاب پوش کو دیکھا، جو کچھ گھنٹے قبل اس کا 'باس' تھا، ابھی اس کے ہاتھوں سے پٹ کر خاموش ہو گیا تھا۔ خاموش، بالکل خاموش، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے!

''کیا یہ مر گیا؟'' ڈی آئی جی بولا۔

''جی ہاں! مجھے افسوس ہے۔''

''کیا یہی مجرموں کا اصل باس ہے!'' ایس پی نے پوچھا۔

اس کے جواب میں ہاشمی نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ ''ٹم ٹم... ٹمپ ٹمپ... ٹم'' کی آواز نے اسے کمرے میں نصب مشینوں کی طرف متوجہ کر لیا۔ یہ ایک

ٹرانسمیٹر معلوم ہو رہا تھا، جس میں ہرے رنگ کا ایک بلب جل اور بجھ رہا تھا۔

''میں ابھی دیکھتا ہوں!'' اتنا کہہ کر ہاشمی نے اس ٹرانسمیٹر پر بات چیت کرنی شروع کر دی۔

دوسری طرف سے آواز آئی ___ ''اٹ از باس کالنگ۔ٹی بی؟''

''یس سر۔اٹ از ٹی بی!''

ہاشمی اس طرح کچھ دیر تک مختصر الفاظ کو دہراتا رہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع ہو جانے پہ اپنے آفیسروں سے مخاطب ہوا۔''ٹی بی غالباً یہی نقاب پوش کہلاتا ہوگا۔ آیئے، ان سے بھی نمٹ لیا جائے۔''

''ارے اس کا چہرہ نہیں دیکھا جائے؟'' ڈی ایس پی بولا۔

''چہرہ؟'' ہاشمی نے سنہرے نقاب پوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ڈی ایس پی کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

''کوئی مضائقہ نہیں۔یہ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔اب بے ضرر ہے۔لہٰذا وقت ضائع کرنا فضول ہے۔پھر دیکھا جائیگا۔پہلے ادھر آیئے۔''

سنہرے نقاب پوش کی لاش کے پاس ایک انسپکٹر کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔

''یہاں کمرہ نمبر دو میں کئی اہم مشینیں تھیں۔مشین نمبر زیرو ایٹ (08) 'ایگزٹ' یعنی باہری راستے کے لئے تھی، مگر وہ ایک دھوکہ تھا۔میں نے جیسے ہی اسے اسٹارٹ کیا، بس ایک زلزلہ سا آ گیا تھا!'' ہاشمی نے آئی جی کو بتایا۔

وہ سب ایک دوسرے کمرے میں پہنچے۔یہ ایک وسیع و عریض ہال معلوم ہوتا تھا اور تجربہ گاہ نما تھا۔یہاں ڈھیر سارا سامان رکھا ہوا تھا۔مختلف قسم کے اسلحے، مشینیں اور دیگر جنگی اشیاء۔مگر اس ہال کے دوسری جانب والے گوشے میں تو قیامت ہی تھی! وہی بہت بڑا سا پنجرہ اور اس میں لاتعداد وحشی آدم خور انسان، جو ان سبھوں کو بُری طرح

گھور رہے تھے!

''میری زندگی میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا کیس ہے۔'' ہاشمی بولا۔'' آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ دو دن تک میں یہیں قید تھا!''

یہ سن کر سب لوگوں کی آنکھیں حیرت و خوف سے پھیل گئیں۔

''واہ__! مگر بھئی تم بھی کمال کا جگر رکھتے ہو! ہمارا تو ان کو دیکھ کر ہی ہارٹ فیل ہوا جاتا ہے__!'' ڈی آئی جی نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن اس ''ہنسی'' میں تین حصہ خوف گھلا ہوا تھا۔

''چاہیں تو ان آدم خوروں کو گولی مار کر ہلاک کر سکتے ہیں۔ مگر یہ کام پنجرے کے اندر ہی کیا جا سکتا ہے، ان کو آزاد کر کے نہیں۔'' ہاشمی نے کہا۔

''نہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ انھیں عوام کے سامنے پیش کریں۔ تا کہ عوام کو پتہ لگ جائے کہ یہی وہ آدم خور تھے!'' آئی جی نے کہا۔

''بہتر ہے۔ میں چلا جناب!''

اتنا کہہ کر ہاشمی بغل کے ایک دروازے میں غائب ہو گیا۔ سارے آفیسرز حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

✿

نواں باب

نیلا نقاب پوش

چاروں طرف انسانی کھوپڑیوں کا وجود... کیوں؟ کس لئے؟ کیا اسے ڈرانے کے لئے؟ یہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ کبھی تو وہ بُری طرح خوف زدہ ہو جاتا اور کبھی اسے محسوس ہوتا جیسے کوئی اس کے اندر سے بول رہا ہو ـــــ !''بزدل ظریف! ڈرپوک سورما! آخر پھنس گئے نا! کہاں گئی حماقت آمیز جاسوسی؟ کدھر گئی ٹوڈف کی شخصیت؟ وہ ہمت...''

''ابے ابے کیا بکے جا رہا ہے زیادہ بجنت ـــــ ارر.... ر..... کم بخت!''

کیپٹن نثار نے 'اپنے اندر بولنے والے آدمی' کے سر پر خیالوں میں ایک چپت لگائی۔ ''دیکھو میاں، کیسے میں ان کھوپڑیوں سے لڑتا ہوں!''

وہ اٹھ کر کمرے میں پھیلی انسانی کھوپڑیوں کا بغور معائنہ کرنے لگا۔ اسے لگ رہا تھا، یہ سب بلائیں جو ظاہری تھیں، اسے خوفزدہ کرنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔ اور کچھ دیر کے بعد اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ انسان کی ہڈیاں کمبخت قطعی بے ضرر ہیں...''ہشت'' کہہ کر اس نے اپنے سر کو جنبش دی۔ پھر نہ جانے کیا سوچ کر کمرے کی دیواروں کو کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔

''ارے!'' اس کی زبان سے نکل گیا۔ نثار کو جس بات کی قطعی امید نہیں تھی، وہ سامنے براجمان تھی۔ ''کیا یہ حقیقت ہے؟'' اس نے سوچا اور پھر اسے سمجھتے دیر نہ لگی کہ

یہ کمرہ اینٹوں سے نہیں بنا تھا بلکہ اس کی دیواروں اور چھت وغیرہ کی تعمیر لکڑی جیسی کسی اور شئے سے ہوئی تھی۔ ''کھٹ.. کھٹ. کھٹ'' کی آواز شاہد تھی۔ پھر کیا تھا، تجسس کی رگ پھڑک اٹھی اور اس نے دیواروں پر ٹارچ کی روشنی میں کسی چیز کی تلاش شروع کر دی۔

''مل گیا۔'' وہ بڑبڑایا۔

دراصل ایک دیوار میں اسے ایک بٹن نظر آ گیا تھا۔ بٹن کو دیکھ کر اس نے سوچا — ''دبا دوں!'' اس کے احمق دماغ نے کہا — ''ہاں — !'' اور پھر اس نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ کھٹاکے کی آواز ہوئی اور اس نے محسوس کیا کہ کہیں سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ کر اس کے جسم کو چھونے لگی ہے۔ اور پھر جلد ہی اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی۔ ٹارچ کی روشنی میں اس کے عقب کی دیوار میں ایک قد آدم دروازہ نظر آیا۔ مگر یہ کیا؟ وہاں ایک نہیں چھ چھ ٹامی گن کی نالیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے بجلی کی رفتار سے ٹارچ بجھائی اور خود کو زمین پر گرا دیا۔ مقصد یہ تھا کہ ٹامی گنوں کی زد سے خود کو بچایا جا سکے۔ مگر اسی لمحے ٹامی گنوں سے گولیوں کی بجائے روشنی کی شعاعیں نکلنے لگیں۔ اور کمرے کے ساتھ ساتھ اس کا سارا وجود روشنی کے جھماکے میں نہا گیا۔

''پکڑ لیے گئے نا! ہاہا — ! ہاتھ اوپر کر دو!''

ایک کرخت اور نامعلوم آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

''کون ہو تم؟'' نثار ہمت کر کے بولا۔

''پہلے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو — اور اپنا تعارف کراؤ!''

''میں شیطان ہوں اور تم!'' نثار نے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''کیا کوئی بھوت ووت ہو؟''

''جو سمجھ لو......... مگر یہ جان لو کہ تم اگر شیطان ہو تو میں انسان ہوں۔

شیطان خور انسان.....!''

نثار کی روح کانپ گئی۔''اوہ، تو یہی وہ کمبخت ہے!'' وہ سوچنے لگا۔

اچانک اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ ریوالور چلا کر اس ٹامی گنوں والے ''انسان'' کو ہلاک کر دے جو اس کے خیال میں دروازے کے ٹھیک باہر کھڑا ہوگا اور پھر جیسے ہی اس نے ہاتھ نیچے کر کے ٹریگر پر انگلی رکھی، بجلی کی سی سرعت سے ٹامی گن سے ایک گولی دوڑی اور نثار میاں کے بائیں کان کو چھوتی ہوئی دیواروں میں غائب ہوگئی۔

''دیکھا تم نے؟ کس قدر ہوشیار رہتا ہوں!'' کرخت آواز نے للکارا۔

اور نثار میاں کے دیوتا کوچ کر گئے!

''چلو___! خاموشی سے خود کو ٹامی گن کی زد پر رکھ دو۔ اور اپنے سینے کو گن کی نال سے لگا لو۔ میں تمہیں یونہی نہیں چھوڑ دوں گا بلکہ خنجر سے چھید چھید کر گولیوں سے اڑاؤں گا، جسم کے ہر حصے کو___ کیا سمجھ میں آیا؟'' کرخت آواز نے کہا۔

''واقعی یار! ٹھیک کہتے ہو۔ اس جاسوسی... ارر... شاید میں غلط فرما گیا!''

''دیکھو تم بہت دن بعد ہاتھ آئے ہو، لہٰذا وقت برباد نہ کرو۔ جو کہتا ہوں خاموشی سے کر ڈالو ورنہ تمہیں میری خوراک ہی بننا ہوگا۔ جنم جنم کے چھکے چھڑاؤں گا۔''

''ارے بھائی، تم میرے چھکے چھڑا دیا ستے، مگر...'' نثار کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

''جلدی کرو۔ بکواس نہیں۔'' کرخت آواز اسے بار بار تنبیہ کرتی رہی۔

نثار نے خوفزدہ انداز میں ہانک لگائی:

اے بھائی بھوت مجھے اس طرح نہ دھمکاؤ

کہ مارے ڈر کے مرا خون کھولا جاتا ہے!

''کیا بکتا ہے___؟'' وہی آواز۔

نثار نے سمجھا تھا کہ وہ آدمی ضرور اس کو پہچان گیا ہے کہ جاسوس ہے۔ لہٰذا بے چارگی

ظاہر کرتے ہوئے بولا:

پُرکھوں کے ہر ظلم وستم کا بدلہ جلدی سے لے لو

دادا ہاتھ نہ آئے تو کیا، حاضر اُن کا پوتا ہے

لیکن یہ بات نہ تھی۔ ٹامی گنوں والا شخص اسے کوئی اور سمجھا تھا۔ غالباً اپنا شکار۔ شاید اس کمرے میں عرصہ سے کوئی قیدی نہیں آیا تھا، چنانچہ آج اپنی دھاک بٹھانا ضروری سمجھ رہا تھا۔ نثار کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے؟ یہ کیا گورکھ دھندا ہے؟ دفعتاً وہی آواز سنائی دی۔

''کیا غلط سلط زبان بول رہے ہو؟''

نثار کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اتنی دیر سے وہ نا معلوم شخص سے انگریزی میں گفتگو کر رہا تھا اور اشعار اردو میں بول گیا۔ ''چلو یہ بھی اچھا ہوا!'' اس نے سوچا، پھر بولا۔ ''لیکن بھائی میں ان چھ چھ نالوں میں سے کس پر اپنے کو رکھوں؟''

''کسی ایک پر۔ ایک میں سے گولی نکلے گی تو اس وقت بقیہ پانچ نالیں روشنی کا کام کریں گی۔''

''بہت خوب!'' نثار نے سر ہلایا اور پھر اچک کر نالوں کے پاس پہنچ ہی گیا۔

ٹامی گن کی نالیں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگیں۔ آواز آئی۔ ''بس ہاتھ اٹھائے ہوئے آگے بڑھے آؤ!''

اور اس طرح نثار خلا نما دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا؟ یہ ایک راہداری کی قسم کا لمبا ہال تھا۔ راہداری نما ہال میں ایک مرکری ٹیوب کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ اب ٹامی گن والے کے آگے آگے چل رہا تھا۔ پشت پر وہ آدمی چل رہا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے دیکھا اور اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی!! یہ تو کوئی ریچھ تھا، جس کا پورا جسم لمبے لمبے بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ''لیکن کم بخت انگریزی تو بہت اچھی بول رہا ہے!'' اس نے سوچا۔ پھر اس نے ہمت کر کے کہا۔

''یار.... بھوت بھائی! تم نے اپنے ٹوڈف کو پہچانا نہیں!''

''ارے ___!'' ریچھ نما انسان چلتے چلتے رکا ___ ''چلو اچھا ہوا ___ باس کو تمہارا انتظار تھا..... مگر پچھلے ہفتے سے تم کہاں غائب رہے تھے؟''

''یہ بات میں باس کو بتاؤں گا، تم کو نہیں۔'' نثار میاں اکڑ گئے۔

کوئی بات نہیں۔!'' کہہ کر ریچھ نما انسان نے اسے ایک سپاٹ دیوار کے پاس پہنچا کر کہا۔ ''داخل ہو جاؤ!''

نثار متحیر رہ گیا۔ ''کہاں، کس دروازے میں؟''

''چلو تو سہی ___!'' اور جیسے ہی وہ دیوار کے بالکل قریب پہنچا، ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ پھر اندر پہنچتے ہی وہ حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطے لگانے لگا۔ یہ ایک طویل وعریض ہال تھا اور ہال میں برقی مشینوں کا ایک انبار سا نظر آ رہا تھا۔ اسی لمحے روشنی کا ایک جھما کا ہوا اور نثار کی پشت پر ایک کرسی آ کر لگ گئی۔ دوسرے لمحے وہ کرسی پر تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں سلب ہو چکے تھے۔ اور کرسی اس کو لیے ہوئے فرش میں پیدا ہونے والے خلا میں داخل ہو گئی۔ ابھی تک اس نے ذرّہ برابر بھی گھٹن محسوس نہیں کی تھی۔ کرسی فرش میں پیدا ہونے والے دروازے سے متواتر گزرتی رہی۔ جسم کے سارے حصے ویسے ہی سلب تھے۔ نثار صرف سوچ سکتا تھا اور بس۔

کچھ منٹوں بعد کرسی ایک کمرے میں رک گئی۔ یہاں بھی ہلکی ہلکی مرکری ٹیوب کی روشنی تھی۔ کمرے میں کہیں کوئی سامان نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ صرف ایک کونے میں ایک ٹوٹا ہوا ٹیبل پڑا تھا۔ یہاں ٹھہرتے ہی نثار نے خود کو آزاد محسوس کیا۔ اور دوسرے لمحے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت رات کے سوا گیارہ بج رہے تھے۔ اس کی ایک ایک رگ (آنتیں نہیں) قل ھواللہ پڑھ رہی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ اتنے میں ایک آواز آئی، جس میں غراہٹ شامل تھی۔ ''کہاں تھے ٹوڈف اتنے

دنوں سے۔اور کرنال کہاں ہے؟''

نثار نے اس کا جواب پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا۔اس نے فوراً کہا۔

''باس! ہم کرنل ہاشمی کا پیچھا کرتے وقت پھندے میں جا پھنسے تھے۔''

''اوہ۔تو اس مردود کا کیا بنا۔کیا وہ ٹھکانے لگ چکا؟'' آواز میں الجھن تھی۔

''لیس سر، ہم نے اس کو مار ڈالا ہے اور اس کے بدلے مجھے کرنال کی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔''

''اوہ۔۔۔ وہ کوئی بات نہیں۔تم نے بہت ہی بہترین اور نہایت سنہری خبر پیش کی ہے۔واقعی تم بڑے کارآمد آدمی ہو۔مجھے تم پر پہلے سے ہی بھروسہ تھا اور تم نے اسے ثابت کر دیا۔آج میں تم سے بہت خوش ہوں!''

باس کا لہجہ بے حد مسرور تھا۔اس کی آواز نہ جانے کدھر سے آ رہی تھی؟ اور نثار دل ہی دل میں خوش تھا کہ ایک تیر تو نشانے پر لگا ہے۔دیکھیے، آگے کیا ہوتا ہے؟

باس بولا۔''ٹوڈف۔اس جاسوس کے بچے کو مار کر تم نے جس وفاداری کا ثبوت پیش کیا ہے، وہ ناقابل فراموش ہے۔تم نے وہ کام کیا ہے جو آج تک کوئی نہ کر سکا۔میں تمہیں ضرور کوئی عمدہ عہدہ دوں گا۔تم آؤ میرے پاس۔اچھا، اب تم کمرے میں لگے سوئچ بورڈ کے سبز رنگ کے بٹن کو دباؤ اور پھر جو دروازہ پیدا ہوگا، وہاں سے تم مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔''

''شکریہ باس!'' کہہ کر نثار نے وہی کیا جو 'باس' کا کہنا تھا اور دوسرے لمحے وہ ایک مثلث نما کمرے میں کھڑا تھا۔یہ کمرہ ایک چھوٹے موٹے ہال سے مشابہ تھا۔

''آؤ بیٹھو!'' کمرے کے ایک کونے میں ایک آہنی کرسی پر ایک سبز نقاب پوش بیٹھا تھا۔یہ آواز اسی کی تھی۔اس کے سامنے ڈھیر ساری مشینیں ''گھر گھر'' کی آواز پیدا کرتے ہوئے چل رہی تھیں۔

نثار نقاب پوش کے قریب پہنچ کر تعظیماً جھکا، پھر سیدھا کھڑا ہو کر پاس کی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ نقاب پوش نے سر ہلاتے ہوئے اپنے قریب کی دیوار میں نصب ایک سوئچ بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی رکھ دی اور مشینوں کو بند کرتے ہوئے بولا۔

''ٹو ڈف! یہ تو بتاؤ، اس جاسوس کرنل کو تم نے کہاں اور کیسے مارا تھا؟''

نثار کو نقاب پوش کے اس سوال پر جھرجھری آگئی۔ وہ کیا کہے، کیا نہ کہے! ایک لمحہ کے لئے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر فوراً ایک کہانی سنا ڈالی۔ ''باس! میں اور کرنال کار سے کرنل ہاشمی کا پیچھا کر رہے تھے۔ ایک ویران جگہ پر ہم نے اس کی کار روکی اور پکڑ کر بڑی آسانی سے قتل کر ڈالا۔ پھر اس کی لاش کو آگ میں جلا ڈالا۔ ویسے اس کمبخت نے مرتے مرتے ایک گولی داغ ہی دی تھی جو کرنال کے لئے موت ثابت ہوئی۔''

''کیا تم نے کوئی ایسا ثبوت رکھا ہے جس سے پتہ چل سکے کہ وہ جاسوس مر گیا؟'' نقاب پوش نے پوچھا۔

اور اس سوال پر نثار میاں کا دماغ ایک لمحے کے لئے تحت الثریٰ کی سیر کرنے لگا، لیکن جلد ہی اس نے خود پر قابو پالیا اور جلدی جلدی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اصل میں اسے خیال آگیا تھا کہ جب وہ فلیٹ سے چلا تھا تو اس کے پاس اسکے ریوالور کے علاوہ ہاشمی کا بھی وہ اپنا خاص اور نجی ریوالور تھا جس پر اس کا نام 'اسرار ہاشمی' کھدا ہوا تھا۔ یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا۔ نثار نے جھٹ سے وہ ریوالور نکال کر باس کی خدمت میں پیش کر دیا۔

''یہ رہا باس! قتل کرنے کے بعد میں نے ہاشمی کا ریوالور اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔ وجہ یہ تھی میرے ریوالور میں ایک گولی بھی نہیں بچی تھی۔ مگر بدقسمتی سے یہ بھی خالی ہی نکلا۔''

''ہوں.....!'' باس نے ریوالور کا بغور معائنہ کرتے ہوئے کہا۔ ''گڈ!'' پھر نثار کو لوٹاتے ہوئے بولا۔

''اب تم اسی کمرے میں، جہاں پہنچے تھے، واپس جاؤ اور وہاں کے سوئچ بورڈ کے بیس نمبر کا بٹن دباؤ۔ اس طرح تم کمرہ نمبر بیس میں چلے جاؤ گے۔ اور وہاں تمہیں پولیس انسپکٹر آنند اور دوسرے قیدیوں کا استقبال کرنا ہوگا۔ سمجھ گئے نا؟''

''یس باس! ویسے حکم ہو تو ایک بات عرض کروں؟''

''جلدی کرو۔''

نثار نے کہا ___ ''باس، میں نے ہاشمی کو مار تو ضرور ڈالا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے ایک دوست پر اس کا میک اَپ بھی کر دیا ہے۔ اس طرح سی آئی ڈی والے سمجھیں گے کہ ان کا محبوب جاسوس مجرموں کا پتہ لگا رہا ہے!''

''بہت خوب۔ بہت شاندار۔ شاباش! واہ! تم نے تو توڑ ف کمال ہی کر دیا!''

شدت کیف سے باس کھڑا ہو گیا اور نثار کی پیٹھ بڑے زور سے ٹھونکی۔ اور بولا۔ ''بے شک ہماری تنظیم میں کسی آدمی میں تمھاری جیسی عقل نہیں ہے۔ سب کمبخت گدھے ہیں! بھئی تم معمولی سے کارکن ہو، یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ تمہیں ایک اچھی جگہ ملنی چاہیے۔''

''باس کی جو مرضی۔'' نثار باس کو دل ہی دل میں گالی دیتا ہوا بولا۔

''جاؤ۔ آج سے تم مجھ سے چھوٹے اور سکنڈ باس بنا دیے گئے اور آدم خور انسانوں کا کنٹرولر بھی۔ سب کو اطلاع دے دوں گا ___ جاؤ ___ اب تم نمبر بیس والے کمرے کے قیدیوں سے خاطر خواہ سلوک کر سکتے ہو! وہ تمہارے اختیار میں ہیں۔ ہاں تم ایک گھنٹے کے اندر آ کر نیلا نقاب لے جانا جو تمھارا مخصوص لباس ہوگا۔'' اور نثار نیلے نقاب میں خود کو ایک آسمانی فرشتہ تصور کرتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

☼

دسواں باب

غلط بیانی

موتی نگر کی سنسان سڑک پر ایک شخص دوڑتا ہوا چلا جارہا تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ وقت تین سوا تین ہو رہا ہوگا۔ کبھی کبھی کوئی رکشا یا سواری اس سڑک سے گزرتی نظر آرہی تھی۔ ٹریفک کا نام ونشان نہ تھا۔ اس پُر اسرار شخص کے دوڑنے کی رفتار جیسے گھوڑے کو بھی شرما رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کبھی تھکے گا نہیں اور دوڑنا اس کی زندگی ہے۔ کہاں اس کی منزل ہے، کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کا لباس تار تار تو نہیں البتہ کہیں کہیں پر سے ضرور پھٹ گیا تھا۔ چہرہ وجیہہ اور رعب دار تھا۔

بازار کے چوراہے پر پہنچا تو چند اونگھتے ہوئے رکشے والے اس نامعلوم آدمی کے دوڑنے کی آواز سن کر جاگ اٹھے۔ ایک رکشے والے نے للکارتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں بھائی.... تم کوئی چور وور ہو؟''

''نہیں بھائی.... میں ایک مور وور ہوں۔ کیا تم ایک جگہ مجھے پہنچا سکتے ہو پیسے کے بغیر؟ جیب ابھی خالی ہے۔ کرایہ بعد میں دوں گا۔'' اس شخص نے جواب دیا۔

''ابے چل چل، جا رس ملائی بیچ!'' رکشے والے نے کہا۔ اس پر 'چٹاخ' کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی وہ رکشا والا اس پُر اسرار شخص کے طمانچے سے دوہرا ہو گیا۔

دوسرے رکشے والے بوکھلا کر جلدی سے آگے بڑھے تاکہ اس بدتمیز آدمی کو

اس کی گستاخی کا مزہ چکھا سکیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ کیونکہ 'بدتمیز آدمی' طمانچہ کھلاتے ہی اس رکشے والے کی رکشا لے کر چمپت ہو چکا تھا۔ اس کے تعاقب میں دوسرے رکشے والے بڑھے مگر ناکام رہے۔ وہ شخص رکشے کے ساتھ اب نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ بالکل کسی آندھی یا طوفان کی طرح!

ادھر طمانچے کھانے والا (رکشے والا) ابھی تک گالیاں بک رہا تھا اور اُدھر ان گالیوں سے بے نیاز وہ پُراسرار آدمی صاف ستھری اور ربر جیسی پھسلتی ہوئی سڑک کے سینے پر اطمینان سے رکشا دوڑاتا رہا۔

دس منٹ بعد وہ رکشا ایک گلی میں موڑ چکا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ رکشا ایک دوسری گلی میں موڑ رہا تھا۔ اس گلی میں اسٹریٹ لیمپ کی طرح ایک پول میں لگے ایک بلب کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ پراسرار شخص نے رکشے کو ایک جگہ کھڑا کیا اور پیدل آگے بڑھ گیا۔ کچھ لمحوں بعد وہ ایک مکان کے کواڑ میں لگے قفل میں کنجی گھما رہا تھا۔ پھر کواڑ کھول کر اندر داخل ہوا۔ مختلف کمروں کی بتیاں جلاتے ہوئے وہ ایک آراستہ کمرے میں آیا۔ یہ کمرہ کوئی خوابگاہ ہی ہو سکتا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے اس خوابگاہ نما کمرے کی ایک دیوار میں لگے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن کو دبا دیا۔ دیوار میں ایک قد آدم دروازہ نمودار ہو گیا۔ دروازے میں روشنی تھی۔ سامنے زینے نظر آرہے تھے۔

اب پُراسرار شخص اس تہہ خانے میں داخل ہو رہا تھا۔ زینے سے نیچے اترنے کے بعد اس نے قریب ہی فرش میں نصب ایک آہنی چکّے کو چلایا۔ زینے کا دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ ایک دوسرے کمرے میں آیا۔ کمرے کے فرش پر دو ساکت انسانی جسم نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک تو قوی ہیکل تھا اور دوسرا منحنی ٹائپ تھا۔

پراسرار شخص نے قریب پڑے ہوئے بکس میں سے ایک سیرنج نکالی جس میں مٹیالے رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔ سیرنج کے منہ پر ایک باریک سوئی لگی ہوئی تھی۔ اس

نے قوی ہیکل کے ایک بازو میں سوئی چبھودی اور پھر اسی طرح دوسرے منحنی ٹائپ آدمی کے بازو میں بھی انجکشن لگایا۔

اور کچھ سکنڈ بعد۔۔۔

''ہم کہاں ہیں!'' دونوں بیہوش آدمی بیک وقت اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک دوسرے کو بغور دیکھا مگر اسی لمحے اپنے سامنے ایک ریوالور کا 'شاندار چہرہ' دیکھ کر لرز اٹھے!

یہ ریوالور والا وہی پُر اسرار شخص تھا۔ اس نے کہا۔ ''ہینڈز اَپ پلیز!''

دونوں کے ہاتھ اوپر اٹھتے چلے گئے۔

''شاباش!'' اس کی آواز میں سانپ کی سی پھپھکار تھی۔ ''ہاں تو اب جلدی سے اپنے اور اپنے باس کے بارے میں اگل جاؤ!''

''کیا مطلب؟ کون ہو تم؟'' قوی ہیکل دہاڑا۔

''تم جیسے لوگوں کی موت! میزبان کو دنیا کرنل ہاشمی کے نام سے جانتی ہے۔''

''ک...ک...کرنل ہاشمی!؟'' منحنی شخص بولا۔ ''ہم کچھ نہیں جانتے جناب کرنل صاحب!''

ہاشمی اپنی اصلی شکل میں تھا، جس سے قیدی انجان تھے۔

''بس کرنل ہمیں چھوڑ دیجیے! ہم بے گناہ ہیں۔ بالکل بے گناہ!'' یہ قوی ہیکل کی آواز تھی۔

''مجھے بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کی معصومیت سے ہرگز متاثر ہونے والا نہیں۔ بتاؤ تم لوگوں کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟''

ہاشمی نے پوچھا۔

''ہم نہیں جانتے!'' روکھا سا جواب ملا۔ اور دوسرے لمحے ہاشمی کی ٹانگ نے بیک وقت دونوں کی ٹھوڑیوں کا استقبال کیا۔ وہ بلبلا اٹھے۔

''اگر ایسے نہیں بتاتے تو یہ لو!'' اتنا کہہ کر ہاشمی نے بجلی کی سی رفتار سے کمرے کی دیوار میں لگے ایک سوئچ بورڈ کے نیلے رنگ کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور.... دوسرے ہی لمحے لوہے کی دو مضبوط سلاخوں نے دونوں قیدیوں کو ایک ساتھ جکڑ لیا۔ ان کی ہڈیاں چر چرا گئیں۔ یہ آہنی سلاخیں چھت سے نکلی تھیں۔ اور پھر ایسا ہوا کہ کمرے کے عقب سے ایک انگارے کی طرح دہکتا ہوا ایک سُرخ گولا آیا اور دونوں کو جھلساتا ہوا سامنے کی دیوار میں جا کر غائب ہو گیا۔

''مر گئے! اوہ۔ آہ۔ ارے بچاؤ۔ ہائے!!'' وہ تڑپ اٹھے۔

''دیکھا تم لوگوں نے!'' ہاشمی کا لہجہ انتقام سے لبریز تھا۔ میں اس سے بھی بُرا حشر کر سکتا ہوں۔ ورنہ اب بھی زبان کھول دو!''

دونوں قیدی ابھی تک تڑپ رہے تھے۔ ہاشمی کی آواز ان کے لئے حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے کے مترادف ہو رہی تھی، جو کہہ رہا تھا___

''اگر تمہارا باس ظلم کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے خنجروں کا بازار لگا سکتا ہے، آدم خور انسانوں کا تماشا دکھا سکتا ہے، تو میں بھی تم لوگوں کو کتے کی طرح بھونکنے پر آمادہ کر سکتا ہوں، جہنم کی آگ میں دھکیل سکتا ہوں، سمجھے! بتا دو سچ سچ، ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟'' ہاشمی کا لہجہ پُرسکون مگر سلگتا ہوا تھا۔

''بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔'' قوی ہیکل کراہتے ہوئے بولا۔ ''ہم....... ہمیں بس اتنا معلوم ہے کہ ہیڈ کوارٹر اس شہر میں نہیں ہے۔ وہ کسی اور.... آہ..... اور شہر.... اُف..... تکلی..... تکلیف بڑھ.... آہ.....!''

قوی ہیکل درد سے کراہنے لگا۔ منحنی ٹائپ قیدی اب خاموش تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو! اس کارروائی میں لگ بھگ بیس بائیس منٹ گزر چکے تھے، مگر اس نے صرف ایک ہی دو بار گفتگو میں حصہ لیا تھا۔ ہاشمی نے اسے دیکھا۔ وہ اب

بھی خاموش تھا۔ اس کی آنکھیں ایک ٹک ہاشمی کو تکے جا رہی تھیں۔ ہاشمی کو کھٹکا ہوا۔ وہ اس کے نزدیک آیا اور پھر چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔

''اوہ! یہ تو گیا۔۔۔!'' اس کی زبان سے اتنا ہی ادا ہوا۔

''کیا۔۔۔!؟'' قوی ہیکل پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی!

''مجھے افسوس ہے۔ ہارٹ فیل کر گیا۔'' اس نے منحنی قیدی کو سلاخوں سے آزاد کیا اور پھر قوی ہیکل سے مخاطب ہوا۔

''بہر حال! اس سے پہلے کہ تمہارا ہارٹ بھی فیل کر جائے، شروع ہو جاؤ۔ ورنہ آتشی گولا تمہیں کوئلہ میں تبدیل کرنے میں دیر نہ کرے گا!'' ہاشمی کی آواز جیسے مائیکروفون پر سے آ رہی تھی!

قوی ہیکل کے چہرے پر اب بھی درد اور زخموں کے زلزلے نمایاں تھے۔ شدید تکلیف کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

''بولو۔۔۔! ایک بار پھر کہتا ہوں ورنہ آئندہ سمجھ لو کہ مجھ سے بُرا شاید کوئی نہ ہوگا۔ تم اگر سچ بول دو گے تو میں تمہیں مجرموں کی فہرست سے بری کر دوں گا۔ ساتھ ہی ساتھ تمہیں سرکاری گواہ بنا کر چھوڑ دیا جائے گا، بشرطیکہ تم پورے گروہ کا راز فاش کر دو!''

کرنل ہاشمی اسے سمجھاتا رہا۔

قوی ہیکل درد بھری آواز میں بولا۔ ''کرنل صاحب! اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا کہ باس کسی دوسرے شہر میں ہے۔ بس ہم لوگوں کو ایک مخصوص ٹیلی فون نمبر سے اطلاعات ملتی رہتی ہیں اور ہم اس طرح پیغام رسانی کرتے ہیں۔''

''کبھی اپنے باس کو تم نے دیکھا ہے؟'' ہاشمی نے پوچھا۔

''نہیں!''

''وہ فون نمبر کیا ہے، جس پر تم باس کو پیغام بھیجتے ہو؟''

اور تھوڑی کشمکش کے بعد قوی ہیکل نے بتا دیا۔ پھر بولا۔ ''مگر آپ کو مایوسی ہوگی۔ اس لئے کہ عنقریب ہی پرانا فون نمبر بدلنے والا ہے اور نئے نمبر چلیں گے۔''

''اوہ بہت اچھی خبر دی تم نے! مون لائٹ کے منیجر سے تمہارا کیا تعلق ہے؟''

''ہم لوگوں کی طرح وہ بھی ایک کارکن ہے۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''ٹوڈف!''

''اور اس کا؟'' ہاشمی نے مردہ قیدی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''کرنال۔''

ہاشمی کچھ دیر تک سوالات کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قوی ہیکل کو کمرے میں بند کر کے باہر نکل آیا۔ اس کے کاندھے پر کرنال کی لاش تھی۔

چند لمحوں بعد ـــــ

وہ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر سڑک پر پھسل رہا تھا۔

✿

گیارھواں باب

مقصد میں کامیابی

باس آج کافی پریشان نظر آرہا تھا۔ رہ رہ کر اپنے کمرے میں ٹہلنے لگتا۔ کبھی کبھی کمرے میں نصب مشینوں کو چلانے اور دوسرے آلات سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگتا اور کبھی جھلا کر بڑبڑاتا۔

''ایڈیٹ! سارا نظام گڑبڑ ہو گیا۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا اس مردود کے بچے کو! کئی بار رِنگ کر چکا ہوں۔''

اس نے تیسری بار ایک ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا اور زور سے دھاڑا۔

''ہلو.. ہلو.. ٹی بی۔ اِٹ از باس کالنگ۔ ٹی بی... ہلو.. ہلو!'' اور دوسری جانب سے کوئی آواز نہ ملنے پر جھلا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

بظاہر تو وہ سبز نقاب سے ڈھکا ہوا تھا مگر اس کا ذہن اس وقت متعدد وسوسوں اور انجانے قسم کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔

''ارے کہاں گیا یہ ٹوڈف!'' باس چیخا ــــــ اور دوسرے لمحے کمرے میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ دروازے میں ایک نیلا نقاب پوش کھڑا تھا۔

''یس باس! ٹوڈف اٹینڈنگ!'' ٹوڈف جو دراصل نثار تھا، بولا۔

آج اس کو 'سکنڈ باس' بنے ہوئے تین روز سے زیادہ ہو چکے تھے۔ وہ اب

ہمیشہ نیلے نقاب میں ملبوس رہتا تھا۔اس زمیں دوز کارخانے میں کئی طرح کے غیر قانونی کام ہوتے تھے۔خونخوار گوریلے نما آدم خور الگ رکھے جاتے تھے جنھیں عام طور پر نشہ آور دواؤں کا عادی بنایا گیا تھا۔نثار یہاں پہنچ کر پھنس گیا تھا۔اور ایک ایک دن گن رہا تھا۔لیکن چیف باس اس پر مہربان تھا۔وہ اس کے سامنے بغیر نقاب کے یعنی ٹوڈف والے میک اپ میں رہتا۔البتہ باس خود بدستور نقاب میں ہوتا۔

باس اس سے کہہ رہا تھا۔

''بھئی ٹوڈف! کچھ سنا تم نے؟''

''وہاٹ، سر؟''

''ارے موتی ہلز کے کنٹرولر نے سارا گھپلا کردیا۔''

''کیا باس؟'' نثار کا لہجہ بدستور ٹھوس تھا۔

''کمبخت نے ساری عمارت کو منہدم کرڈالا صرف ایک قیدی کے چلتے! کتنا سامان تھا، کتنے ہتھیار تھے، مشینیں تھیں، ہمارے سب سے بہترین ساتھی 'آدم خور' تھے۔یہ....یہ سب کام.....''

''جی۔کیا کام سر__!'' اور کیپٹن نثار کے دل میں اس طرح 'انار' چھوٹ رہے تھے جیسے شب برات یا دیوالی ہو اس کا دل!

''یا میرے اللہ میاں! تو ہمارے استاد کو کروٹ کروٹ دوزخ نصیب کر!''

وہ دل ہی دل میں دعا کرتا رہا۔کیوں کہ اس کی چھٹی حس نے گواہی دینے میں دیر نہ کی تھی۔''یہ کارنامہ سوائے استاد اعظم کرنل ہاشمی کے کون انجام دے سکتا ہے!''

''واقعی__! واقعی تمہارا کہنا ایک سو ایک فی صد صحیح ہے۔'' اس نے خیالوں میں اپنی چھٹی حس کی پیٹھ ٹھونکی۔اس کا سینہ فخر سے سات انچ پھول گیا۔اس نے محسوس کیا کہ اس بار یقیناً انھیں پوری دنیا میں مشہور ہونے کا موقع ملے گا۔وہ اس 'خوشی' میں یہ بھی

بھول گیا کہ مجرموں کا اصلی سرغنہ تو اس کے سامنے ہے!

''کیا سوچنے لگے ٹوڈف؟'' اچانک اسکی بھاری بھرکم آواز نے اسے چونکا دیا۔

''آں۔ہم۔دراصل باس مجھے اس بات کا اس قدر رنج ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا! باس اگر آپ وہاں کا سربراہ مجھ کو بناتے تو میں یقیناً اسے کنٹرول کرلیتا اور...''

''ہاں.. ہاں۔میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔تمہاری محنت اور لگن نے ہی تو تمہیں 'سکنڈ باس' بنا دیا۔میں سمجھتا ہوں تم میرے بہت اچھے کارکن ثابت ہو گے۔بہر حال تم اچھے جا رہے ہو۔مجھے موتی ہلز کی پروا نہیں ہے۔اونہہ جہنم میں جائے! دیکھا جائے گا۔''

''باس، ذرہ نوازی ہے آپ کی، ورنہ یہ بیوقوف کس لائق ہے!''

حقیقتاً یہ ایک بیوقوف ہی کا لہجہ تھا۔پھر اس نے کہا۔''باس یہ کیسے معلوم ہوا کہ موتی ہلز کی وہ عمارت برباد ہو گئی اور تھرڈ باس مر گیا؟''

''ٹرانسمیٹر کی خاموشی!'' پھر وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔''چھوڑو اسے۔میں اپنے آدمی موتی ہلز میں پھر بھیج کر بیوقوف نہیں بنوں گا۔ممکن ہے، کوئی خطرہ وہاں سر اٹھائے ہوئے ہو! یہ ٹھیک ہی ہوا کہ بہت سارے قیدیوں کو میں نے یہاں منگوالیا تھا۔''

باس کے لہجے سے نثار نے اندازہ لگایا کہ وہ عرصہ تک امریکہ میں رہ چکا ہے!

''ممکن ہے باس، کہ تھرڈ باس زندہ ہو!'' نثار نے کہا۔

''تو کیا تم ایسا سوچ سکتے ہو؟ اگر ایسی بات ہے تو چنداں فکر نہیں۔ہم پھر کسی نئی تنظیم کی تشکیل کرلیں گے۔''

''خیر باس! میں نے تمام اچھے دماغ والے قیدیوں کو رام کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو چلا ہوں۔صوبائی شہرت کے مالک مشہور پولیس انسپکٹر آنند نے بھی اس کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا ہے۔میں نے ان کو بتا دیا ہے کہ نہ تو اب آپ جیسا کوئی اور باس مل سکے گا، نہ ہماری اس تنظیم جیسا اور کوئی گروہ! روپ کمار

کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے باس؟''

''روپ کمار!'' باس جیسے چونکا، پھر بولا۔''ٹھیک ہے۔ اسے تم کنٹرول کرو۔ کافی دولت ہاتھ لگے گی۔''

''یس باس۔ مجھے ایک ضروری بات آپ سے کہنی ہے، اگر اجازت ہو تو؟''

''کہو___ کہو___!''

''باس___ مم۔ مجھے ایک ساؤنڈ پروف کمرہ چاہیے!''

''کیوں! کیوں؟'' باس کے لہجے میں شک تھا۔

''بتا رہا ہوں۔ دراصل مجھے انسپکٹر آنند اور دوسرے موافق قیدیوں کو آمادہ کرنا ہے کہ وہ گروہ کے لئے کام کریں۔ میں انھیں اچھی طرح رام کرنے کی سوچ رہا ہوں۔ اور میں یقین دلاتا ہوں باس کہ تین دن کے اندر اندر میں آپ کے قدموں میں انھیں ڈال دوں گا۔ یعنی وہ آپ کے غلام ہو جائیں گے اور تنظیم کے بھی۔'' نثار باس کو سمجھاتا ہوا بولا۔

''مگر ساؤنڈ پروف کمرہ ہی کیوں؟''

''باس۔ کیا آپ کو اپنے ٹوڈف پر اعتماد نہیں ہے! ساؤنڈ پروف کمرے میں میں قیدیوں کو طرح طرح کی اذیتیں دوں گا تاکہ ان کی آواز دوسرے قیدیوں تک نہ پہنچ سکے!''

''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ مگر...''

''مگر کیا باس___! کیا آپ کو میرے اوپر اعتماد.....''

''ہاہا___ ہاہا___! کیا بات کرتے ہو ٹوڈف___! بھلا مجھے تم پر اعتبار نہ ہوتا تو تم سکنڈ باس کیسے بنا دیے جاتے؟ ___ جاؤ! کمرہ نمبر زیرو زیرو نائن (009) ساؤنڈ پروف ہے۔ اس کی کنجی ڈرائن سے مانگ لو۔ میں ابھی اسے کہے دیتا ہوں۔''

''تھینک یو ویری مچ باس!'' نثار دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ نیلا نقاب وہ زیب تن کر چکا تھا۔

خفیہ ملازم ڈران ایک ریچھ نما انسان تھا۔ تہہ خانے میں سب سے پہلے کیپٹن نثار سے ٹکرانے والا وہی تھا۔ نثار نے اس سے کنجی لی اور کمرہ نمبر صفر صفر نو (009) میں انسپکٹر آنند کو لے آیا۔ اس نے بحیثیت کیپٹن نثار اپنا تعارف ابھی آنند سے نہیں کرایا تھا۔ آنند کے نزدیک وہ اس گروہ کے ایک سردار 'سکنڈ باس' کی طرح تھا۔

کمرہ نمبر صفر صفر نو میں آنند کو لانے سے پہلے وہ خود گیا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ٹرانسمیٹر جیسی مختلف مشینوں کی مدد سے کمرے کی ایک ایک شئے الماریاں، کھلونے، ٹیبل، کرسی، پنکھے اور دوسرے سامانوں کو چیک کیا، مگر اس میں کوئی مشین، آلہ یا اور کسی قسم کا ڈکٹافون، ٹرانسمیٹر یا مائیکروفون نہ مل سکا، جس سے اس کمرے میں کی جانے والی باتیں باہر سنی جاسکتیں۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا۔

کمرہ اندر سے مقفل کرنے کے بعد اس نے انسپکٹر کو بغور دیکھا جو نفرت سے ہونٹ سکوڑے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نثار اس سے مخاطب ہوا۔

''ہلو انسپکٹر، کیا تم جانتے ہو کہ میں اس نیلے نقاب میں ملبوس اس تنظیم کا 'سکنڈ باس' دراصل کون ہوں؟'' لہجہ انگریزی استعمال کیا گیا تھا۔

''میں کیا جانوں! کتے ہوگے، انسانیت کو لوٹنے والے ڈاکو۔ غدار...'' انسپکٹر آنند بکنے لگا۔

''ایک منٹ ڈیر آنند!'' نثار نے دھیرے سے کہا۔ ''یہ جان کر خوش ہو جاؤ کہ میں محکمۂ سراغ رسانی کے مشہور اور ہر دلعزیز آفیسر کرنل ہاشمی کا نالائق اور نااہل اسسٹنٹ کیپٹن سگریٹ.... اوہ، میرا مطلب... میں... کیپٹن نثار ہوں!''

اتنا کہتے ہوئے نثار نے اپنے نیلے نقاب کے ساتھ ساتھ ٹوڈف والا میک اپ

بھی اتار دیا۔

آنند کے چہرے پر حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات نظر آئے۔

''مم! معاف کیجئے..... واقعی میں شرمندہ ہوں اپنے لہجہ پر.....اور بے حد حیرت زدہ بھی.....کہ آپ یہاں؟'' وہ نثار کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

''چھوڑو، یار......تم بھی کیا بیوقوفوں کی طرح گفتگو کر کر کے معافیاں مانگنے لگے! چلو معاف کیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے پہچان کیسے لیا؟ کیا کہیں دیکھا تھا...؟'' نثار نے پوچھا۔

''دیکھنے کا شرف تو بندے کو ابھی ابھی حاصل ہوا ہے، البتہ اخبارات میں کرنل صاحب کے ساتھ آپ کی تصویر بھی نظروں سے اکثر و بیشتر گزرتی رہی ہے۔''

''اوہ۔ ہاں۔ تو اب میں تمہیں بتادوں کہ میں یہ 'سکنڈ باس' کیسے بن گیا؟''

''خاکسار کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟''

انسپکٹر آنند کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

اور نثار نے مختصراً وہ سارے واقعات بیان کر دیے جن کے نتیجے میں وہ یہاں تک پہنچا تھا۔ آنند حیرت سے سنتا رہا۔ باتیں اب اردو میں ہی ہو رہی تھیں۔

نثار نے مزید کہا۔۔۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم اس کمبخت باس کے سامنے سر خم کر دو، کیونکہ اب اس کے زوال کے دن قریب ہی ہیں۔ اور جلد ہی ہمارے ہاتھوں بے نقاب ہوگا۔ لہٰذا ہر کام سمجھ بوجھ کر کرنا ہوگا۔ صرف باس ہی کے پکڑے جانے سے مجرموں کا سارا عملہ گرفتار نہیں ہوسکتا۔ ابھی جلدی نہیں کرنا ہے۔ ممکن ہے جلدی میں کام بگڑ جائے! کیا تم نے سنا نہیں بقول من:

انسان کرے ہے، نہ ہنومان کرے ہے
جو کام ہو جلدی، اسے شیطان کرے ہے

''بہت خوب! تو آپ برمحل شعر بھی سنا دیتے ہیں، مگر جلدی کام نہ کرنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟'' آنند نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اماں، یہ کہ..... آہستہ آہستہ۔ جیسے مینڈک پھدکتا ہے، ریل گاڑی رکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ گھبرانا مت بھائی، ہم دونوں مل کر وہ کام کریں گے کہ ہاشمی صاحب کبوتر ذبح کرنے لگیں گے۔ کیا سمجھے؟''

''سمجھ گیا۔'' آنند نے کہا۔ ''مگر یہاں تو ہم قید ہیں، کام کریں گے کیسے؟ اور پھر....؟'' وہ آگے کہتے کہتے رُک گیا، کیونکہ نثار نے ٹوک دیا تھا۔

''ارے بھائی، کیوں پریشان ہوتے ہو؟ فکر نہ کرو۔ اخبار میں سب سے پہلے تمہارا ہی نام چھپے گا___ بقول من ___ لوگ مجھی سے کہیں گے کہ:

ہاشمی اور نثار سے پہلے
نام آنند کا پیپر میں ہے

''آپ بھی خوب ہیں!'' آنند ہنسا۔ ''خواہ مخواہ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ شعر بھی یوں کہہ رہے ہیں جیسے اسی موقع کے لئے یاد کر رکھا ہو!''

''اماں نہیں، یار___ شعر یاد کرنا کیا؟ بس اللہ میاں نے نثار میاں کو جاسوس کی شکل میں فی البدیہہ اتار دیا۔ اور یہ فی البدیہہ نثار اب ہمیشہ فی البدیہہ شاعری بھی کرتا رہتا ہے......''

''بہت ہی خوب! واہ___!'' انسپکٹر آنند نے ایک نہایت شاندار قسم کا قہقہہ لگایا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایسا ہی زندہ دل اور ظریف انسان دنیا کے ہر گوشے میں پایا جائے تو ماتم، غم، الم، مایوسی اور اس قسم کے سارے الفاظ کا وجود صفحۂ زبان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے!

''کیوں؟ کیا سوچنے لگے___ چلو میں تمہیں باس سے ملوا دوں اور کچھ 'کام'

بھی دلوادوں۔''

اس نے مسکرا کر انسپکٹر آنند کو اشارہ کیا اور پھر اپنے چہرے پر ٹو دف کا میک اپ چڑھانے لگا۔ پھر نیلا نقاب پہن کر آنند کے ساتھ باس کے کمرے کی جانب چل دیا۔

کچھ لمحوں بعد ـــــ

کیپٹن نثار باس سے آنند کا تعارف کرا رہا تھا۔ باس نے نثار سے پوچھا۔

''تو اسے کس قسم کے کام پر مامور کرنا چاہتے ہو؟''

نثار نے کہا۔'' میرے خیال میں جناب، غیر ممالک سے جو غیر قانونی مال وغیرہ آتا ہے، اس کا سارا حساب کتاب اس کو دیا جائے ! کیوں؟'' نثار نے آنند کی طرح دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، معزز باس !'' آنند نے کہا۔

''ٹھیک ہے، لے جاؤ۔ اس کی تمام تر ذمہ داری تم پر ہوگی۔'' باس نے کہا۔

نثار نے باس کو ہر طرح سے آنند کی طرف سے اطمینان دلا کر پھر روپ کمار اور بعض دوسرے قیدیوں کو کو بھی اس کے سامنے پیش کیا۔ سبھوں کو کچھ نہ کچھ کام یا ڈیوٹی پر لگا دیا گیا۔

اتنا کر لینے کے بعد نثار نے اپنی خفیہ جیب سے وہ ٹرانسمیٹر نکالا جس پر رپورٹ بھیجنے کے بارے میں کئی بار سوچ چکا تھا، مگر اس زمین دوز تہہ خانے میں اسے ڈر تھا کہ کہیں باس کو پتہ نہ چل جائے! لیکن آج وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو چکا تھا اور ساؤنڈ پروف کمرہ نمبر صفر صفر نو کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنے جا رہا تھا!

✿

بارھواں باب

سنہری رپورٹ

کرنل ہاشمی کا جہاز موتی نگر کے ہوائی اڈے پر لینڈ کر گیا۔

''کیا کچھ پتہ چلا؟'' آئی جی نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔

''مایوسی اور وقت کی بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ وہاں کا ایک ایک چپہ دیکھ ڈالا گیا۔'' ہاشمی نے بتایا۔

جہاز کے پائلٹ اور دوسرے مددگار انسپکٹر وغیرہ اتر کر وہاں آ پہنچے تھے۔

ہاشمی نے کہا۔ ''جس چیز کے لئے گئے تھے، اسکا سراغ تو نہ ملا، البتہ ایک ایسی چیز، بلکہ دو دو کہیے، یقیناً ایسی مل گئیں، جن سے یہ پتہ چل گیا کہ ابھی اس شہر میں اس خطرناک گروہ کا ڈیرا موجود ہے۔''

''کک... کیا کہہ رہے ہو؟ اسے تو میں نے اسی دن گرفتار کر لیا تھا۔ آدم خوروں اور دیگر غیر ملکی اسلحوں کے ساتھ ساتھ اس باس کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔'' ڈی آئی جی بوکھلا کر بولا۔

''نہیں جناب! ابھی دراصل اس گروہ کی اہم کڑی نہیں ٹوٹی ہے۔ جرم کی زنجیر میں ابھی اس کا وجود باقی ہے۔''

''کیا پہیلیاں بول رہے ہو..... بھئی صاف صاف بتاؤ...!'' آئی جی پُر تفکر

لہجے میں بولا۔

''صاف صاف....! تو لیجئے، پہلے یہ دیکھئے جناب! یہ ایک سگریٹ کیس ہے۔ ایسا لگتا ہے اسے میں نے کسی خاص آدمی کو استعمال کرتے دیکھا ہے......'' ہاشمی نے کہا۔

''اوہ___!'' آئی جی نے ہونٹ سکوڑ لیے۔

''اور دوسری کڑی ہے.....ایک بہت ہی دھماکہ خیز خبر!''

''وہ کیا......؟''

''کیپٹن نثار کی رپورٹ!'' اتنا کہہ کر ہاشمی نے آئی جی سے پوچھا۔ ''کیا یہیں بتادوں یا ہیڈ آفس مناسب رہے گا؟''

●

محکمہ سراغرسانی کی عمارت اس وقت جاسوسوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ کرنل ہاشمی اور اس کے شعبے کے جملہ افسران کے ساتھ ساتھ موتی نگر کے آفیسرز بھی نظر آرہے تھے۔ ہاشمی ابھی جس مہم سے واپس لوٹا تھا، وہ اگر پوری طرح ناکام تھی تو کسی حد تک کامیاب بھی ضرور تھی۔ اس لئے کہ اغوا شدہ جہاز میں سوائے مایوسی کے کوئی اور چیز ہاتھ نہیں لگی تھی۔ رہی قرب و جوار کی چھان بین تو یہ کام بھی کرلیا گیا تھا۔ ہاشمی کے ساتھ گئے ہوئے تین انسپکٹروں نے شمالی سمت کے جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا۔ نہ کچھ ملنا تھا نہ ملا!

ہاں، ہاشمی کے دماغ میں یہ بات ضرور کھٹک رہی تھی کہ اغوا شدہ جہاز کے مسافر کہاں گئے؟ اس نے سوچا، ممکن ہے وہ بھی مجرموں کے ذریعہ اغوا کرلیے گئے ہوں! یہ اور بات ہے کہ مسافروں کے اغوا کے بارے میں مجرموں کا پلان اس کے علم میں تھا، کیونکہ موتی ہلز میں مجرموں کے 'باس' کی تقریر کے وقت وہ امریکہ سے آنے والے جہاز کے اغوا کی اسکیم سے متعلق سن چکا تھا۔ بھول صرف یہی ہوگئی تھی کہ اس نے

عقلمندی سے کام نہ لیتے ہوئے اس وقت اپنے قدم آگے بڑھا لیے تھے اور نتیجے کے طور پر دو روز تک مجرموں کی قید میں رہا اور ادھر جہاز کے اغوا والا واقعہ ظہور پذیر ہو گیا!

موتی ہلز کے واقعے کے بعد آئی جی سے ملنے والی معلومات اور ہدایت پر چند انسپکٹروں کے ساتھ ہاشمی ایک چھوٹا جہاز لے کر نکل پڑا تھا۔ موتی نگر کے شمالی جنگل کی چھان بین کے دوران پرانے ہوائی اڈے پر موجود اس اغوا شدہ جہاز کو ہاشمی نے اچھی طرح چیک کیا تھا۔ صرف انجن بیکار کر دیا گیا تھا، باقی کل پُرزے اور بیرونی حصے صحیح سلامت تھے۔ مجرموں سے متعلق کوئی کام کی چیز یا پراسرار قسم کے نشانات وغیرہ بھی نہیں ملے تھے جن سے ان کے آئندہ اقدام پر روشنی پڑتی! اس جنگل میں اسمگلنگ کا سارا سامان، جنگی ہتھیار اور دیگر غیر قانونی اشیاء کہاں غائب ہو گئی تھیں، کچھ پتہ نہ تھا۔ موتی ہلز والی عمارت کو تو بہر حال تباہ کر دیا گیا تھا—— پھر یہ سب چیزیں کہاں گئیں؟

تین گھنٹے کی مغز ماری کے بعد ہاشمی سوائے اسکے اور کچھ نہ پا سکا تھا جو اسے واپسی پر ایک جھاڑی کے نزدیک ملا تھا اور یہ تھا ایک سگریٹ کا ڈبہ! البتہ لوٹتے وقت اڑان کے درمیان ہاشمی کو نثار کی رپورٹ ملی تھی جو اتنی اہم تھی جیسے کوئی سرکاری راز!

اس رپورٹ کا ایک ایک لفظ ہاشمی کے دل پر نقش ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ افریقہ کے ان وحشیوں کو جلد از جلد گرفتار کرنا بہت ضروری ہے، جو آدم خور تھے اور گوریلوں جیسی شکل و شباہت رکھتے تھے! ان میں سے کچھ کو تو موتی ہلز والے تہہ خانے میں ہی پکڑا جا چکا تھا۔ باقی جو بچے تھے، وہ کہاں تھے؟

ہاشمی نہیں جانتا تھا۔

اور یہ مجرم کون تھے......؟

اتنا تو وہ ضرور جانتا تھا کہ یہ مجرم ایسے ہیں جو ان آدم خور وحشیوں کو پال کر عوام کو اور محکمۂ سراغرسانی کو خوفزدہ کرنے میں خوشی حاصل کر رہے ہیں، کہ اس طرح پورا

محکمہ ان درندوں کے کیس میں پھنسارہ جائے گا اور ان کا اسمگل کیا گیا سامان آسانی سے ٹھکانے لگایا جاسکے گا۔ مجرموں نے اس قسم کے بھیانک آدم خوروں کو کیسے اور کس طرح کنٹرول کیا تھا، یہ تو وہی لوگ بتا سکتے تھے۔ ویسے ہاشمی کا ذہن تو یہی کہتا تھا کہ انہوں نے ان وحشیوں کو کسی نشہ آور شئے کی عادت لگا کر غلام بنا رکھا ہے اور حسب خواہش ان سے کام لیتے ہیں۔ ان آدم خوروں نے عوام کے اندر خوف و ہراس کی لہر دوڑا دی تھی اور ہر آدمی خوفزدہ دکھائی پڑتا تھا۔ ہاشمی پر انہیں جلد از جلد گرفتار کرنے کی جیسے دھن سوار ہوگئی تھی۔ اس نے نثار کی رپورٹ کو ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ کر دیا تھا۔ رپورٹ کو سن کر ہاشمی نے پہلے تو حیرتوں کے سمندر میں غوطے لگانے شروع کر دیے تھے۔ لیکن پھر اسے یقین کرنا ہی پڑا تھا۔ واقعی کھلنڈرا نثار جاگ چکا تھا۔ اس کی رپورٹ نے اندھیرے میں روشنی کا کام کیا تھا۔ ہاشمی کا خیال تھا کہ نثار ہمیشہ غیاث، ورما اور شاہین جو اس کے دوسرے اسسٹنٹس تھے، انکی طرح چاق و چوبند نہ تھا، مگر آج شاید کیپٹن نثار خود کرنل ہاشمی پر ہی بھاری پڑ رہا تھا!!

ہاشمی نے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیا، جو ایک گول میز کے مرکز پر رکھا گیا تھا۔ میز کے چاروں طرف افسران کرسیوں پر بیٹھے ہوئے غور سے سن رہے تھے۔

''کیا آپ اسرار بھائی ہیں؟'' نثار کا مزاحیہ لہجہ لاکھوں میں پہچانا جاسکتا تھا۔

''ہاں نثار! کہاں غائب ہوتم؟ کہاں سے بول رہے ہو___؟''

ہاشمی کی آواز آئی۔

''استاد محترم، بڑی مصیبت میں پھنسا ہوں! پوری تفصیل بتانے کی مہلت تو نہیں ہے۔ البتہ اتنا سمجھ لیجیے کہ میں ایک تہہ خانے میں ہوں اور مجھے 'سکنڈ باس عرف نیلا نقاب پوش' کہا جاتا ہے۔ یہاں کا سارا کام میں کر رہا ہوں۔ گمشدہ انسپکٹر آنند، اس کے ماتحت سب انسپکٹرز اور سیٹھ لال چند کلوتھ مرچنٹ کا لڑکا روپ کمار بھی یہیں ہیں۔ ان کو

بھی میں نے کام دلوادیا ہے۔"

"کام ۔۔۔؟ کیا مطلب؟" یہ ہاشمی کی آواز تھی۔

"بتا رہا ہوں باس!" نثار بول رہا تھا ۔۔۔ "جیسا میں نے کہا، میں یہاں کے سارے کارکنوں کا سکنڈ باس ہوں۔ مجھے آدم خور انسانوں اور قیدیوں کی دیکھ بھال کی ڈیوٹی ملی ہے اور اختیارات بھی۔ جسے چاہوں ہٹادوں، جسے چاہوں رکھ لوں۔ اغوا شدہ تمام قیدیوں کو میں نے دیکھ رکھا ہے۔ جو جو کارآمد ہیں، میں نے انہیں اپنے اختیار میں لے لیا ہے۔ اصل باس، دراصل فرسٹ باس ہے اور وہ سب کا باس ہے۔ یہ مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ مستقل طور پر کہاں اور کس کمرے میں رہتا ہے؟ ہمیشہ ایک سبز رنگ کے نقاب میں رہتا ہے۔ البتہ میری جب بھی اس سے بات چیت ہوتی ہے، وہ ایک مثلث نما کمرے میں ملتا ہے۔ غالباً وہیں سے اس سارے کارخانے کو کنٹرول کرتا ہے۔"

"کون سا کارخانہ؟" ہاشمی کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"ارے یہ میں ہوں جہاں! یہ کسی کارخانے سے کم تھوڑا ہی ہے۔ بس میری بات سنتے جایئے۔ سوالات آخری جملے کے اختتام پر کیجئے گا استاد! ہاں تو مجھے اس باس ہی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ اس تنظیم میں کوئی تیسرا باس بھی ہے، جو 'تھرڈ باس' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کا نقاب سنہرے رنگ کا ہے اور وہ مجھ سے نیچے عہدے کا ہے۔ اس کی سکونت یہاں نہیں ہے بلکہ وہ موتی ہلز کا کنٹرولر ہے۔ جی ہاں موتی ہلز۔ غالباً اس کے اندر تہہ خانے ہیں اور بقول فرسٹ باس، اس تھرڈ باس یا ٹی بی نے وہاں سارا گڑ بڑ گھٹالا کر دیا ہے اور خود وہ کیا ہوا، پتہ نہیں! وہاں کے سارے آدم خور انسانوں کو کنٹرول کرتا ہے اور دیگر سائنسی آلات کی تشکیل بھی اسی کے ذمے ہے۔ اسمگلنگ کا سارا سامان اور غیر قانونی اشیاء وہیں رکھی جاتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ تھرڈ باس غالباً چل

بسا۔ کیوں، کیا خیال ہے باس آپ کا؟ اب تو شتر مرغ کی ہچے بتایئے گا نا؟''

''کام کی بات کرو!''۔۔۔ ہاشمی کی آواز۔

''سوری باس! میرا مطلب ہے کہ اس باس کا کہنا ہے کہ شاید موتی ہلز کے سارے آدم خور انسان لاپتہ ہو گئے ہیں، جبھی کوئی رپورٹ نہیں ہے! اس کا خیال یہی ہے کہ تھرڈ باس اگر زندہ ہوگا تو ضرور یہاں آئے گا۔ ویسے میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے قدم اگر یہاں پہنچ جائیں گے تو باس بیچارے کو ٹوڈف کے ساتھ ہی چلنا پڑے گا حوالات تک۔''

''ٹوڈف؟'' ہاشمی نے پوچھا تھا۔

''جی ہاں! میں ہی ہوں ٹوڈف۔ حملہ آور قیدیوں میں سے ایک جو قوی ہیکل تھا، اس کا میک اپ میں نے کرلیا تھا اپنے اوپر۔ ہاں تو باس کو گرفتار کرنا بڑا کٹھن معلوم ہو رہا ہے۔ وہ جہاں بیٹھتا ہے، اس کمرے میں متعدد مشینیں ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ جب چاہے گا، اس ساری زمیں دوز حویلی کی مٹی پلید کرسکتا ہے۔ صرف بیٹھے بیٹھے ایک بٹن کے دبا دینے سے ساری عمارت منہدم ہو جائے گی۔ بہر حال اتنا تو آپ ضرور جان لیجیے کہ یہ گروہ پچاس سے زیادہ افراد پر مشتمل نہیں ہے۔ بس آپ کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں۔ پھر گرفتاری اور کامیابی دونوں حاصل ہو جائیں گی۔ ویسے میں نے اس کو اس بات کا یقین دلانے کی سر توڑ.... ارے.. ررے... لاحول ولاقوت، سر جوڑ کوشش کی ہے کہ تھرڈ باس ابھی زندہ ہے۔ اور وہ ضرور آئے گا۔ غالباً میرے اس جملہ کا مطلب آپ سمجھ گئے ہوں گے! زیادہ بتانا 'علم فضولیات' کا ایک باب سمجھتا ہوں۔ اب اپنی بکواس ختم کرتا ہوں۔ ہاں یہ سنتے چلیے کہ مجھے شہر کے مشہور سیٹھ مہنگی لال نے اپنی عمارت کے ایک کمرے سے یہاں تک پہنچایا ہے اور اس سلسلے میں سرکس کے مینیجر نے میری رہنمائی کی تھی۔ یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ کہاں ہے، یہ میں ابھی معلوم نہ کرسکا اور.... بس۔''

''فکر نہ کرو۔ ہم راستہ تلاش کرلیں گے۔'' ہاشمی بول رہا تھا۔ ''اچھا یہ بتاؤ کہ وہاں کتنے کمرے ہیں؟''

''ابھی گنا نہیں ہے باس ہم نے سارے کمروں کو۔'' نثار نے کہا۔ ''مصرع نما جملہ!''

''خیر، کیا تمہارے باس کا وہ فون نمبر ہے جس پر خفیہ قسم کی رپورٹیں دی جاتی ہیں؟'' نثار نے فون نمبر بتانے میں دیر نہیں لگائی۔ پھر ہاشمی نے پوچھا۔

''کیا تمہارا باس اردو میں بات کرتا ہے؟''

''ایک سو پانچ فی صد انگریزی میں۔''

''خالص انگریزی؟''

''مصنوعی۔''

''تم الو تو نہیں؟''

''بچھو۔''

''شٹ اپ!''

''آئی ایم ہر طرح شٹ اپ اینڈ......''

''اوور.....'' ہاشمی کی آواز ختم ہوگئی اور ٹیپ ریکارڈر بند کردیا گیا۔

''ہاہاہاہا—ہا.......'' آئی جی کا بے ساختہ قہقہہ پھوٹ پڑا۔

''بھئی واقعی۔ کیا خوب! نثار نے تو اکیلے ہی رہ کر سب سے بڑا معرکہ طے کرلیا اور ہم لوگ گھاس چھیلتے رہ گئے۔'' آئی جی ہمیشہ 'پیاز چھیلنے' کی بجائے گھاس ہی چھیلنا کہتا تھا۔

''کچھ بھی ہو، بالآخر ہے کس کا شاگرد؟ ہمارے کرنل ہی کا نا؟ ڈی آئی جی کا لہجہ تحسین آمیز تھا۔

''حاضر جوابی کے ساتھ ساتھ مزاحیہ جملوں میں بھی کافی اسمارٹ ہے یہ کیپٹن!''

''وہ تو سب ٹھیک ہے، مگر یہ حضرت کہیں دھر لیے گئے تب؟''

''کیا مطلب؟'' آئی جی ہاشمی کے اس جملے کا مطلب کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔

''صاف ظاہر ہے کہ میرے پاس پیغام رسانی کے وقت اگر کسی نے دیکھ لیا ہوگا، تو پھر خدا گنج کو ہی چلے جائیں گے میاں۔'' ہاشمی فکرمند لہجے میں بولا۔

''ہاں یہ تو ہے۔''

''خیر وہ حالات سے نمٹنا جانتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ زمیں دوز کارخانہ ہے کہاں؟'' ہاشمی نے کہا۔ ''ویسے کیا آدم خوروں کو مار ڈالا گیا ہے؟''

''نہیں! ہم نے سوچا، خواہ مخواہ کارتوس ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ انھیں اسی پنجرے میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ موتی ہلز کے تہہ خانے کی ساری عمارت میں پولیس اور خفیہ فورس والوں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ تلاشی کے دوران کچھ ہاتھ نہیں لگا، علاوہ اس کے کہ کچھ رائفل، بندوقیں، ٹرانسمیٹر اور بہت کم مقدار میں نشیلی اشیاء افیون، چرس، کوکین وغیرہ۔'' آئی جی نے بتایا۔

''بہتر ہے۔ ویسے اجازت ہو تو ایک معقول رائے پیش کروں!'' ہاشمی نے پوچھا۔

''ضرور ــــ!''

''آپ سب سے پہلے سیٹھ مہنگی لال کی عمارت میں کسی خفیہ تہہ خانے کی تلاش کرائیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔''

''میں بھی سوچ رہا تھا۔'' ڈی آئی جی بولا۔ ''مگر مہنگی لال شہر کا مشہور ترین آدمی ہے۔ اس پر اس طرح کیچڑ اچھالنا گویا اپنی عزت کے زوال کو دعوت دینی ہے۔''

''ہاں صحیح ہے۔ وزیر داخلہ سے لے کر صدر مملکت تک اس کے تعلقات کا جال

بچھا ہوا ہے۔ خیر! سوچتا ہوں کچھ۔'' آئی جی بولا۔'' ویسے سرکس کے منیجر کو تو دھر ہی لینا چاہیے۔''

''منیجر بھی اب غائب ہو چکا ہوگا! بہر حال جو مناسب سمجھیں، اسے ترجیح دیں۔ ایک بات اور۔ وہ موتی ہلز کے گرفتار شدہ 'باس' کا کیا بنا؟'' ہاشمی نے پوچھا۔

''اب وہ باس کہاں؟'' آئی جی ہنس کر بولا۔'' ایک لاش ہے نا؟ کیوں؟''

''دراصل، میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا وہ ابھی تک 'لاش گھر' میں ہی پڑا ہوا ہے؟''

''غالباً ہاں۔''

''اس کی کوئی تصویر؟''

''مل جائے گی۔''

آئی جی نے سنہرے نقاب والے مردہ مجرم کے اصل چہرے کی تصویر ہاشمی کے لئے مہیا کرادی اور کرنل ہاشمی انھیں اپنے آئندہ اقدام کا پروگرام بتا کر باہر نکل آیا۔

اب وہ مسکرا رہا تھا۔

☆

تیرھواں باب

کنویں میں

مون لائٹ ـــــ حسب معمول آج بھی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس وقت رات کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ مون لائٹ کے دور افتادہ پچھلے حصے میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور دیگر اطراف میں بدستور روشنیاں تھیں۔ تاریکی ہر لمحہ مون لائٹ کے پچھلے حصے میں، جہاں ویرانی کی حکمرانی رہتی تھی، گھنی ہوتی رہی اور اس طرح ویرانی اور تاریکی نے مل کر اس سنسان علاقے کی وحشت اور بڑھا دی تھی۔

یہاں ایک سوکھا اور پرانا کنواں بھی تھا۔ لوگ ادھر بہت ہی کم جاتے تھے۔ یہ کنواں آبادی نام کی کسی چیز سے ناواقف تھا۔ اور آج کنواں آنکھیں پھیلائے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا!

لوگ جیسے مون لائٹ کو کوئی شہد کا چھتہ سمجھ کر اور خود کو شہد کی مکھیاں تصور کرتے ہوئے اس پر جان فدا کیے ہوئے تھے۔ جس کو دیکھیے، وہی اس طرف چلا جا رہا ہے! آج مون لائٹ کو اس شہر میں براجمان ہوئے سترھواں دن تھا۔ اول ہفتے میں قتل وخون کی ایک واردات اسی سرکس کے نزدیک ہوگئی تھی جس سے عوام بری طرح گھبرا گئے تھے، مگر کچھ ہی دنوں کے بعد اس خوف کا تسلط لوگوں کے دلوں سے ہٹ گیا، اس لئے کہ مون لائٹ سرکس دلچسپیوں کا ایک اچھا مرکز تھا اور دلچسپیوں کے کسی مرکز کے پاس یہ ذرا

ناممکن سا لگتا ہے کہ آج کے تفریح پسند عوام موجود نہ ہوں، چاہے وہاں قیامت ہی کیوں نہ آ چکی ہو!

بھیڑ اچھی خاصی تھی۔ بلکہ کسی میلہ کا منظر کہیے! لوگ نائٹ شو کے لئے انتظار کر رہے تھے جو نو بجے شب سے شروع ہونے والا تھا۔ چھ بجے شام سے چلنے والا شو ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

مون لائٹ فخریہ انداز میں جگمگاتا رہا۔ ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی آسودہ اور مطمئن ہے یا آرام کی گھڑیاں گزار رہا ہوتا ہے تو اسے بہت کم ہی اپنے گرد و پیش کی خبر رہتی ہے۔ اور یہی حال اس وقت مون لائٹ سرکس کا تھا۔ وہ اس پراسرار منظر سے ناآشنا تھا، جب...... کنواں خوش ہو گیا!

ہاں...... وہ ایک سایہ ہی تھا جو نقاب میں ملبوس تھا۔ وہ کنویں میں اتر رہا تھا۔ غالباً اس نے باہر کہیں رسی کو کسی چیز سے باندھ کر اسے کنویں میں لٹکایا تھا۔ سائے کی قلم نما ٹارچ کی گہرے سفید رنگ کی شعاعیں کنویں کی بوسیدہ اور شکستہ دیواروں پر رقص کرتی رہیں اور کبھی کبھی نیچے بھی مڑ جاتیں۔ سایہ اب رسی کے سہارے دھیرے دھیرے کنویں کی گہرائی کو عبور کر رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے رسی تھام رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ۔ رسی اس کے ہاتھ سے اوپر کی جانب دھیرے دھیرے سرکتی رہی۔ اسی طرح پانچ منٹ گزر گئے۔ سایہ اب بھی اترتا رہا۔

پانچ منٹ اور گزر گئے۔

سایہ اب کنویں کی خشک سطح پر تھا، جہاں اس کا قطر سات فٹ کے قریب تھا۔ سائے کی ٹارچ کی شعاعیں اب کنویں کی دیواروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ ادھر اُدھر دیکھتا رہا، پھر اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی مشین نکالی۔ پھر مشین کا سوئچ دباتے ہی اس کی اوپری سطح کا ایک حصہ روشن ہو گیا۔ روشنی سبز رنگ کی تھی۔ مشین کی اس

روشن سطح پر نصف دائرے کی ایک شکل بنی ہوئی تھی اور ایک سوئی ہل رہی تھی۔ نصف دائرے میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہندسے بنے ہوئے تھے۔

فرش کو صاف کر کے اس نے مشین کو کنویں کے مرکز کا اندازہ کر کے وہاں رکھ دیا اور خود ایک کنارے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ پھر اچانک اس کے منہ سے ''گڈ'' کا لفظ ادا ہوا۔ شاید اس نے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ مشین کے نصف دائرے میں متحرک وہ سوئی گھومتے گھومتے ایک جگہ بالکل ساکت ہو گئی ہے۔ سوئی کا رخ مشین میں جس سمت تھا، سائے نے اسی سمت میں کنویں کی دیوار کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ پھر وہ چونک پڑا۔ دیوار میں ایک چھوٹا سا سوئچ بورڈ اسے دکھائی دیا تھا جس پر ایک عدد پُش سوئچ لگا ہوا تھا۔ بورڈ اور اس پر نصب سوئچ کا رنگ کنویں کی دیوار کی طرح ہی سلیٹی تھا۔ سائے نے سوئچ کو دبا دیا۔ کلک کی آواز ہوئی۔ ساتھ ہی اس سوئچ بورڈ کے بغل کی دیوار میں ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ اس نے جلدی سے مشین کو آف کیا اور پھر اسے اٹھا کر دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ لٹکتی ہوئی رسی کو کھینچ کر گرانا نہیں بھولا تھا۔ اب وہ ہلکی ہلکی روشنی میں تھا۔ یہ ایک راہداری تھی۔ یہاں اس کے سوا کوئی اور نہیں دکھائی دیا۔ ''تو میرا اندازہ صحیح نکلا!'' وہ بڑبڑایا۔

راہداری کا اختتام ایک کمرے پر ہوا۔ سائے نے دیکھا، کمرہ مقفل تھا۔ وہ چند منٹ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر اپنے بے آواز ریوالور سے کمرے کے دروازے پر، جہاں ایک لمبا سا تالا لٹک رہا تھا، فائر کر دیا۔ سکوت کے شیشے تھرا گئے۔ تالا ٹوٹ کر فرش پر آ رہا۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے دھکا دیا۔ اندر تاریکی تھی۔ راہداری کی ہلکی سی روشنی نے کمرے میں جھانکا۔ سائے نے اس کمرے کے فرش پر گرد و غبار کا ڈھیر دیکھا۔ وہ اب کمرے کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ دروازے کو آہستہ سے بھیڑ دیا۔ کمرہ تاریک ہو گیا۔ صرف راہداری کی ہلکی روشنی ایک پتلی سی شعاع کو کمرے کے دونوں

کواڑوں کی دراڑ سے بھیج رہی تھی۔ پھر سائے نے ٹارچ استعمال کی۔ متحرک روشنی کی لکیر کمرے میں گردش کرنے لگی۔ یہاں دیواروں پر کوئی سوئچ بورڈ نہ تھا، نہ ہی کوئی روشندان وغیرہ۔ کمرے کی دیواریں دھول سے اٹی ہوئی تھیں۔ جا بجا مکڑی کے جالے دکھائی دیتے تھے۔ یہ کمرہ کچھ عجیب طرح کا معلوم ہو رہا تھا۔ ویسے یہ بات سائے کے ذہن میں آ ہی گئی تھی کہ اس کمرے کو کافی عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا ہے اور استعمال ہوا بھی ہے تو برائے نام! یہ سوچتے ہوئے وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ شاید اسے قدموں کے نشانات کی تلاش تھی۔ جھکنے کا انداز یہی بتا رہا تھا۔ دفعتاً ''کھٹ'' کی آواز ہوئی اور بے اختیار اس کی نظریں چھت کی جانب اٹھ گئیں۔ یہ کیا؟ چھت کا ایک حصہ اپنی جگہ سے سرک گیا تھا۔ اور دوسرے ہی لمحے سایہ خلا میں معلق ہو گیا۔ پھر پلک جھپکتے اس چھت کے دروازے میں سما گیا۔

اس نے سوچا ''فائر کروں؟ دیکھوں اس کا کیا ردعمل ہوتا ہے......؟''

مگر اس کے ہاتھ پاؤں بے حس ہو چکے تھے۔ اور اب وہ سایہ ایک خوبصورت اور آراستہ کمرے میں تھا۔ یہاں آنکھوں کو چکا چوند کر دینے والی روشنی تھی اور اس روشنی میں دو مختلف اور عجیب انسانی وجود ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے!

''تم کس نسل کے مینڈک کی اولاد ہو؟ اس غیر شریفانہ حرکت کا مطلب؟؟''

کمرے میں کھڑے نیلے نقاب پوش نے سائے سے پوچھا، جواب سنہرے نقاب میں صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ نیلے نقاب پوش کے ہاتھ میں ایک ٹامی گن گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''تم جیسے ذہین مگر سو فیصد احمق گدھے کا استاد!''

سائے یا سنہرے نقاب پوش نے جواب دیا۔ لہجہ سنجیدہ مگر طنزیہ تھا۔

''ارے!'' نیلے نقاب پوش نے کہا اور بے اختیار اٹینشن ہو گیا۔ اس طرح

جیسے کوئی کانسٹبل اپنے آفیسر کو سیلیوٹ کرتا ہے۔اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ سنہرا نقاب پوش دراصل کرنل ہاشمی اور نیلا نقاب پوش کیپٹن نثار تھا۔اس زمیں دوز اڈے تک ہاشمی کے صحیح سلامت پہنچ جانے پر نثار کو سمجھتے دیر نہ لگی کہ اسکی رپورٹ کام کر گئی ہے!

''ہرا.....!'' اس نے زور کا نعرہ لگایا۔پھر دھیرے سے بولا۔

''فکر نہیں باس ـــــ! یہ کمرہ خاص ہے اور یہاں کے باس نے مجھے الاٹ کر دیا ہے۔بلکہ یوں کہوں کہ میں نے ہی الاٹ کرالیا ہے اور اب اسی کو اپنی جائداد سمجھتا ہوں۔کم از کم شہری زندگی سے تو چھٹکارہ ملے گا نا؟ کیوں آپ کا کیا ارادہ ہے... بچھوؤں کا تیل کیسا رہے گا شتر مرغ کے کان میں تیل ڈالنے کے لئے؟''

''بس شروع ہو گئے تم؟۔ہاشمی نے سنجیدگی سے کہا۔

مگر آپ پہنچے کس راستے سے؟'' نیلے نقاب پوش یا نثار نے اچانک پوچھا۔

''وہی پرانا کنواں!''

''او مائی گاڈ...اتنا بڑا خطرہ؟''

''یہ خطرہ تو اٹھانا ہی تھا! ویسے تم سے میں بہت خوش ہوں۔'' سنہرے نقاب پوش یا کرنل ہاشمی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''خوش رہیے!'' نثار بولا۔

''مطلب؟''

''مجھیے!''

''کیا سمجھوں؟''

''غٹرغوں...غٹرغوں....غٹرغوں....وغیرہ وغیرہ۔''

''یہ کیا بے سروپا باتیں ہیں؟''

''تو سنیے حضور۔ابھی یہ خاکسار نانجار ایک مصرع موزوں کر رہا تھا کہ آپ

مسلسل سوال نما ٹانگ اڑاتے رہے اور مصرع بے چارہ کنوارا رہ گیا۔ یعنی اس کی شادی دوسرے مصرعے سے نہ ہو سکی۔''

''اچھا ۔۔۔ !'' ہاشمی نے قہقہہ لگایا۔ پھر چونک کر بولا۔ ''یہ کمرہ؟''

''ساؤنڈ پروف ہے۔'' نثار بولا۔

''ہاں، تو بول جاؤ!''

اور ہاشمی کے اس جملے کے ساتھ ہی نثار زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ اور اپنے کان دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر باقاعدہ بولنے لگا۔ ''ککڑوں کوں ۔۔۔ ککڑوں کوں!''

''ارے ارے! تم اتنے زیادہ غیر سنجیدہ کب سے ہو گئے؟''

''جب سے شاعری شروع کی۔ ککڑوں کوں۔'' نثار بدستور مرغا بنا رہا۔

''افوہ ۔۔۔ ! اب تمہیں یقیناً مری پٹائی کی ضرورت ہوگی۔ اتنا کہتے ہوئے ہاشمی نے اس کے سر پر ایک دھپ کی طرح لگائی اور اسے سیدھا کھڑا کیا ۔۔۔ ''آئندہ کا پلان اگل دو۔ ہر کام کو جلد ختم کرنا ہے۔ ایسی شرارت سے کام نہیں چلے گا۔''

''کیا میں کوئی پلان اگلنے والا .... یعنی 'والی' دھرتی ہوں؟''

''حد ہوگئی چھچھور پن کی!'' اتنا کہہ کر ہاشمی نے پاس ہی پڑے ہوئے ایک ڈنڈے کو اٹھایا اور پھر نثار اگر چھلانگ لگا کر صوفے پر نہ گر جاتا تو یقیناً اس کی کھوپڑی ناچ چکی ہوتی! ہاشمی کا ڈنڈا بے چارہ بھنا کر رہ گیا!

''ڈیر، تھرڈ باس۔ مے آئی آسک یور اوریجنل نیم؟'' نثار بولا۔

''چلو ۔۔۔ بدتمیزی اس درجہ اچھی نہیں لگتی۔'' ہاشمی نے مسکرا کر کہا۔

''چلتا ہوں باس۔'' نثار کا یہ لہجہ اس کی سنجیدگی کا ثبوت تھا۔ اس نے کہا۔ ''ساری رپورٹ تو میں ٹرانسمیٹر پر آپ کو دے ہی چکا ہوں۔ رہی یہاں کی بات، تو وہ معرکہ ابھی چل کے سر کر لیجیے۔''

''جیتے رہو فرزند!'' ہاشمی مسکرا کر بولا۔ پھر نثار کے اشارے پر ہاشمی آگے بڑھا تھا۔ اب دونوں اس کمرے سے نکل کر ایک نیم تاریک دالان میں آ چکے تھے۔

''کہاں چل رہے ہو؟'' ہاشمی نے سوال کیا۔

''باس کے پاس۔''

''بہت خوب۔۔۔! تو کیا وہ اس وقت یہاں موجود ہے؟''

''بالکل! ابھی ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔ بارہ کے بعد اس سے نہیں مل سکتے۔''

وہ دونوں یوں ہی باتیں کرتے متعدد راہداریوں اور کمروں سے گزرتے رہے۔ ایک دیوار کے نزدیک رک کر نثار نے کہا۔

''باس یہیں ملے گا!'' اسکا لہجہ اتنا دھیما تھا کہ ہاشمی کے علاوہ شاید ہی اور کوئی سن سکا ہو! ویسے اس وقت ان دونوں کے سوا وہاں اور تھا ہی کون؟ دیوار میں نصب ایک سوئچ بورڈ پر گہرے نیلے رنگ کا بٹن دبا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔

نمودار ہونے والا دروازہ پھر بند ہو گیا۔

اندر۔۔۔ باس اپنے مخصوص لباس سبز نقاب میں بیٹھا نظر آیا۔ اس کے چاروں طرف مشینوں کا انبار لگا تھا۔

''کہو.....ٹوڈف.....کیسے ہو؟'' باس نے اپنے سامنے نیلے نقاب پوش کو آتے دیکھ کر اس سے پوچھا، لیکن فوراً چونک کر اس کے پیچھے دیکھنے لگا۔۔۔ ''ارے.... او...... ہاؤ! ٹی بی! یہ تم ہو؟'' باس کا لہجہ پرمسرت تھا۔

''یس باس! میں ہی ہوں۔ بڑی مشکل سے بچا ہوں۔'' کرنل ہاشمی نے سبز نقاب پوش کے جواب میں کہا۔ پھر اس کا اشارہ پا کر نثار کے نزدیک ہی پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''میں نے تو سمجھا تھا کہ تم مر ہی گئے مگر زندہ لوٹے!''

''باس شکریہ ادا کیجئے گاڈ کا کہ تھرڈ باس لوٹ آیا!''

''نان سنس! کیا بکتے ہو؟ میں کسی گاڈ کو نہیں مانتا۔''باس بگڑ کر بولا۔

نثار سٹپٹا گیا۔ پھر بولا۔

''ساری باس.....!'' پھر دل ہی دل میں اس نے نہ جانے کتنی ہزار گالیوں کی بارش باس پر کر دی۔

باس کے کہنے پر ہاشمی نے بحیثیت تھرڈ باس اپنی داستان شروع کر دی۔

''لمبی داستان ہے باس۔ بس اتنا عرض کروں گا کہ اپنی اور ان آدم خوروں کی جان بچانے کے لئے ہی سارا تہہ خانہ منہدم کرنا پڑا جس کے لئے مجھے پشیمانی ہے۔ مگر پھر بھی پولیس کے کتے آ ہی پہنچے! وہاں سے بڑی مشکل سے نکل کر بھاگا اور پھر آپ تک رسائی......''

ہاشمی نے اپنی فرضی کہانی کچھ اس انداز سے بیان کی تھی کہ باس کو اسکی صداقت کا یقین ہو چلا۔ پھر ہاشمی نے اپنا نقاب بھی اتارنا شروع کر دیا۔ اور ادھر نثار ہاشمی کے جملوں پر غور کر رہا تھا۔ اس نے سوچا___ اب مسٹر باس عنقریب ہی گھاس چبا کر اداس ہوتے ہوئے پرلوک میں بن باس لینے کے لئے لاش میں تبدیل ہو کر پاش پاش ہوتے ہوئے وناش میں کھو جائیں گے!!

ہاشمی کو اب وہ نقاب اتارتے ہوئے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ویسے نثار خود اپنا نیلا نقاب اتار چکا تھا اور اب ٹوڈف کے بھیس میں باس کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دفعتاً وہ چونک گیا۔ اس نے موتی ہلز کے انچارج 'ٹی بی' کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن ہاشمی کا حلیہ اتنا شاندار تھا کہ وہ بالکل کوئی 'باس' ہی لگ رہا تھا۔ غالباً تھرڈ باس کا چہرہ اسے کافی راس آیا تھا۔ اسے دیکھ کر چیف باس کا یقین بھی دوبالا ہو گیا۔ اور ہاشمی کے اس درجہ کامیاب میک اپ پر نثار کافی البدیہہ ذہن شعر موزوں کیے بغیر نہ رہ سکا:

کیا خوب بھیس بدلا ہے کرنل نے اے نثار
پہچاننے کو عقل بھی ہو جائے بے قرار

''باس۔ مجھے کچھ کہنا ہے۔'' ہاشمی بولا

''اجازت ہے۔۔۔! مگر مجھے تمھارے رویے پر کافی غصہ آیا تھا۔ بھلا یہ بھی کوئی فیصلہ ہوا، بغیر میرے علم میں لائے سارے کام کے آدمیوں کو تباہ کر ڈالا؟ پوری عمارت صاف کر دی!'' باس نے پھر افسوس ظاہر کیا۔

''سخت شرمندہ ہوں باس اپنے کیے پر! ویسے میں بھی کیا کرتا؟ پولیس حرام خور بالکل نزدیک آگئی تھی۔ تباہی یقینی تھی!'' اور ہاشمی کے اس بیچارگی میں ڈوبے ہوئے مصنوعی لہجے پر نثار کو بے ساختہ قسم کی ہنسی آگئی جسے وہ حلق میں دوبارہ دھکیل گیا۔

''تو باس عرض کروں میں....؟'' ہاشمی کھکھار کر بولا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟'

''باس۔ کیا ہم آپ کے اصلی چہرے کے دیدار سے ہمیشہ محروم رہیں گے؟''

''جلد ہی دیکھ سکو گے۔۔۔ گھبراؤ نہیں!''

ہاشمی نے مزید کہا۔ ''دوسری بات میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں...کہ اب یہاں رہنے سے بھی فائدہ ہی کیا ہے۔ کیا باقی رہا اب؟ میرا مشورہ ہے کہ کل کسی وقت اپنے سب آدمیوں کو جمع کر کے تبادلۂ خیال کیا جائے! پھر جو مناسب ہوگا، آپ کریں گے۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو.....؟'' باس کا لہجہ کڑوا تھا۔

''دراصل باس....میں یہ اب محسوس کرنے لگا ہوں کہ یہاں کی پولیس سے ہم بچ نہیں سکتے۔''

''کیوں؟ کیسے؟ یہ نظریہ تم نے کیسے قائم کر لیا ڈارگن؟'' غالباً تھرڈ باس کا نام ڈارگن تھا۔ ''کیا ہمارا کوئی آدمی غدار ہو گیا ہے؟''

"یہ بات نہیں باس!" ہاشمی نے باس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دراصل ہمیں آپ کی زندگی بے حد عزیز ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے ہم یہ سب کچھ پا رہے ہیں اور عیش کی زندگی گزر رہی ہے۔ بس کہنا یہ ہے کہ ہمیشہ ہم اپنے آدمیوں کو محتاط رکھیں اور کسی بھی آنے والی مصیبت کے لئے تیار! کب کیا ہو جائے، ہم میں سے کوئی نہیں بتا سکتا! موتی ہلز کے تہہ خانے کے تباہ ہو جانے سے سارا آئندہ کا پلان چوپٹ ہو گیا ہے۔ اور بھی بہت سے ہمارے راز فاش ہو گئے ہیں۔ مثلاً جہاز کے اغوا کی بناء پر محکمہ سراغ رسانی بھی اچھی طرح جان گیا ہے کہ موتی نگر میں ضرور کہیں نہ کہیں اسمگلنگ کا سامان جاتا ہے۔ اور پھر اسی طرح کاروالی واردات!"

"کاروالی واردات؟" نثار جیسے چونک گیا۔

"ہاں تمہیں حیرت کیوں ہے؟" باس نے نثار کی طرف دیکھ کر کہا، پھر ہاشمی سے بولا۔

"خیر ٹھیک ہے، تم نے اپنا خیال ظاہر کر دیا۔ ویسے ٹوڈف تم کیا کہتے ہو؟" باس نثار کی طرف متوجہ ہوا! "میں نے تو تم سے اس سلسلے میں ایک دن بات کی تھی۔ کیوں؟"

"ہاں باس۔ واقعی ــــ! میں بھی کبھی یہی سوچتا ہوں۔"

"کیا ــــ؟"

"یہی کہ دنیا میں کوئی بھی چاہے جتنا بھی دولتمند ہو جائے، اگر وہ اپنے اعمال و افعال سے مطمئن نہیں ہے تو ساری دولت و شوکت اس کی، جہنم کے ہم پلہ لگے گی۔"

"کیا الٹی سیدھی ہانک رہے ہو؟" باس کی آواز میں حیرانی تھی۔ حالانکہ اسی قسم کی کوئی بات ہاشمی کہنے جا رہا تھا مگر یہاں ماحول کچھ عجیب ہی تھا۔ کیپٹن نثار اس کا بڑا باس بنا ہوا تھا۔ لہٰذا وہ اسے کچھ تنبیہ کرنے کے بجائے خاموش رہا۔

نثار نے بات آگے بڑھائی۔

''باس، میرے فلسفے کا مطلب یہ تھا کہ ہم دولتمند ہیں مگر مجرم ہیں۔ قانون کی نظر سے کہاں تک بچ سکتے ہیں؟! میری مانیں تو گرفتاری دے دیں ہم لوگ!''

''الو! خاموش رہو! تم خود چلے جانا جہنم میں۔ کیوں ڈارگن؟؟''

''باس کی جو مرضی!۔۔۔ ویسے اچھا یہی ہوگا کہ ہم لوگ اب کسی دوسرے شہر یا ملک کا رخ کریں۔ ہوا بھی تبدیل کرنی چاہیے۔'' کرنل ہاشمی نے گویا ہوا دی۔

''لیس ڈارگن! یو آر رائٹ!۔۔۔ ہم ضرور ایسا کریں گے۔''

''سچ مچ باس۔۔۔؟'' نثار نے چہک کر پوچھا۔

''تجویز تو معقول ہے۔ خیر میں سوچوں گا۔ ویسے تم ٹوڈف کچھ غلط سلط بول جاتے ہو۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہم گرفتار ہو جائیں! تم اس قسم کی بے تکی باتیں کرو گے تو میں آئندہ کبھی معاف نہیں کروں گا۔ تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ میں اپنے عزیز سے عزیز آدمی کو صرف پولیس کے خوف سے ڈر کر بھاگنے پر گولی مار دیا کرتا ہوں!''

''رائٹ باس۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ اب کبھی ایسی بدتمیزی نہیں ہوگی۔'' نثار میاں کی فی البدیہہ کھوپڑی شروع ہو گئی۔ ''وہ تو میں مذاق کر رہا تھا!''

''اچھا اچھا جاؤ۔۔۔! ڈارگن کو یہاں کی سیر کرا دو۔ پہلی بار آیا ہے۔۔۔ ویسے میں بہت جلد کچھ سوچ سکوں گا۔''

''تھینک یو باس!''

نثار نے کہا۔ پھر وہ اور ہاشمی باس کو سلام کر کے باہر آ گئے۔

دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

☼

چودھواں باب

جرم کی اہمیت

''باس کچھ سادہ دل معلوم ہوتا ہے۔'' ہاشمی بولا۔

''شاید میں نے بھی ایسا ہی محسوس کیا ہے۔ لیکن اس کے آدمی تھوڑی سی بھی جھجک کا شکار ہوتے ہیں تو وہ انھیں بڑی بے دردی سے قتل کر دیتا ہے۔'' نثار نے جواب دیا۔

ہاشمی کچھ نہ بولا۔

صبح ہونے میں ابھی دیر تھی۔

وہ دونوں اس وقت ساونڈ پروف کمرہ نمبر صفر صفر نو میں بیٹھے آئندہ کا پلان مرتب کر رہے تھے۔

''چلیے، میں آپ کو انسپکٹر آنند سے ملاؤں اور لال چند کے لڑکے روپ کمار کی بھی صورت دکھادوں....!'' نثار نے کہا۔

''چلو___!''

اور ہاشمی نثار کے ساتھ ایک کمرے میں پہنچا جہاں انسپکٹر آنند اور روپ کمار کے علاوہ دوسرے بہت سے اغوا شدہ لوگ تھے۔ چونکہ نثار نے اور بھی کئی قیدیوں کو اس بات سے باخبر کر دیا تھا کہ وہ ان کا ہمدرد ہے اور حقیقتاً ان کا بھلا چاہتا ہے، اس لئے وہ

سب ہی بے چین تھے کہ کب اس جہنم سے نجات ملے!

کرنل ہاشمی سب سے ملا اور باتوں ہی باتوں میں یہ بھی بتا دیا کہ وہ بھی ان سب کا مددگار ہے۔ وہ بے فکر رہیں!

''یہ دیکھئے ___!'' نثار نے ہاشمی کو ایک بہت بڑا ہال دکھایا، جہاں کالے کالے لباس میں ملبوس کئی مزدور کاغذ کاٹنے کا کام کر رہے تھے۔ ان کے بارے میں نثار نے ہاشمی سے کہا ___ ''یہ سب کون ہیں، کچھ نہیں معلوم؟ پرسوں ہی آئے ہیں۔ رات بھر کام ہوتا رہتا ہے۔ ان کا کام دیکھیے!'' پھر بلند آواز میں انھیں مخاطب کیا۔ لہجہ انگریزوں کا سا تھا۔

''دوستو! یہ ہیں تمھارے تھرڈ باس ___! موتی ہلز کے کنٹرولر ___ اب یہ یہیں رہیں گے۔ انھیں سلام کرو!'' اور پھر ملازموں نے پھرتی سے گھٹنوں پہ جھک کر سلام کرنا شروع کر دیا۔

''رائٹ۔ رائٹ!'' ہاشمی نے کہا اور پھر نثار کے ساتھ ایک دوسرے کمرے میں آیا۔

''جانتے ہو یہ سب سیاہ لباس والے کون تھے؟'' اس نے نثار سے پوچھا۔

''اللہ میاں کی مرغیاں ___!''

''میں شاید ان میں سے ایک ایک کو جانتا ہوں۔ یہ سب کے سب مون لائٹ سرکس کے ملازم ہیں۔''

''پناہ کا خدا..... اررر....... خدا کی پناہ.....! تو کہیے، ابھی آئی جی صاحب کو اطلاع دی جائے؟''

''ضرورت نہیں ہے۔ انھیں ایک ہی ساتھ گرفتار کریں گے۔ بس تم دیکھتے جاؤ۔ ویسے ہماری گفتگو سن لیے جانے کا امکان تو نہیں؟''

''بے فکر رہیں۔انچارج بننے کے بعد سب سے پہلا کام میں نے یہی کیا تھا۔آیئے، کچھ اور بھی آپ کو بھی دکھاؤں! موتی نگر کے عجائبات، بھینی بھینی واردات، پیاری پیاری سوغات، مجرموں کی کائنات، درندوں کی بہتات، خدائے تعالیٰ کی تخلیقات وغیرہ وغیرہ۔''

اور ہاشمی اس کا منہ دیکھنے لگا۔کیونکہ نثار یہ سب بکواس کرنے کے باوجود نہایت کامیابی سے اپنا 'سکنڈ باس' والا رول ادا کر رہا تھا۔وہ ایک اچھا اداکار ہو سکتا تھا اگر اپنی صلاحیتوں کو سنجیدگی سے استعمال کرتا!

ہاشمی کے ساتھ نثار ایک کمرے میں آیا۔اس نے کمرے کی چھت سے لٹکتے شمعدان کو زور زور سے ہلایا۔۔۔دوسرے لمحے ''سراک'' کی آواز کے ساتھ فرش کا ایک حصہ ایک طرف کو غائب ہو گیا۔اندر سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔''آیئے!'' وہ بولا اور ہاشمی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

''میاں نثار! اتنی جلدی اتنی شاندار کامیابی۔۔۔! لو، میں ابھی سے ہی تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔''

''باس....آپ کی اس 'آفتاب نوازی' کے لئے بندہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں سترہ سو انسٹھ گز دو فٹ گیارہ انچ لمبا شکریہ۔''

باوجود ضبط کے ہاشمی کا قہقہہ پھوٹ پڑا۔۔۔''افوہ، سنجیدہ تو رہو۔''

رنجیدہ رہیں مرد جہاں دیدہ۔دشمن سن رسیدہ.....اور یہ لوگ رہیں.....''

''ارے.....!'' ہاشمی کی حیرت میں اضافہ ہوتا گیا۔سیڑھیاں طے کر کے وہ لوگ ایک ایسے ہال میں آ پہنچے تھے جہاں انسانی کھوپڑیوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔کھوپڑیاں ہی کھوپڑیاں۔چاروں طرف کھوپڑیاں۔دیواروں پر، چھت سے لٹکی ہوئی، طرح طرح سے سجی ہوئی!

''جی ہاں!'' نثار نے بتایا۔ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ ان میں اغوا شدہ جہاز کے کچھ مسافر ہیں اور مون لائٹ سے لائے گئے لوگ بھی!''

''اوہ گاڈ۔۔۔!'' ہاشمی جیسے چیخ پڑا۔ پھر نثار کی طرف مڑ کر بولا۔

''کچھ دن پہلے بازار میں جو کار ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کا کیا مقصد تھا؟ تم جانتے ہو اس بارے میں؟''

''اس کے بارے میں تو باس نے کچھ نہیں بتایا۔ البتہ لوگوں کو ہڈیوں میں تبدیل کرنے والوں کو دیکھیے!''

اتنا کہہ کر نثار نے ایک طاق میں لگے ہوئے ایک کھٹکے کو دبا دیا۔ اور اس کے نیچے ایک دوسرا دروازہ پیدا ہو گیا اور کرنل ہاشمی نے وہی منظر دیکھا جو موتی ہلز کے تہہ خانے میں دیکھ چکا تھا۔

وہ دروازے کے اندر والے کمرے میں دیکھ رہا تھا، جہاں ایک لمبے چوڑے پنجرے میں متعدد آدم خور وحشی اچھل کود میں مصروف تھے۔ ان کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

''دیکھیے، یہ مجھے پہچان گئے ہیں۔ لیجیے میں آپ کا بھی تعارف کرائے دیتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر نثار زور سے چلّایا۔

''پیارے دوستو! دیکھو، یہ صاحب جو میرے پاس کھڑے ہیں، کوئی اور نہیں تمہارے تھرڈ باس ہیں۔ انھیں سلام کرو!'' زبان اس نے انگریزی استعمال کی تھی۔

اور ہاشمی یہ دیکھ کر متحیر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ سب کے سب خاموشی سے پنجرے میں مؤدبانہ کھڑے ہو گئے ہیں اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر سلام بھی کرنے لگے ہیں۔

''دیکھا باس؟''

ہاشمی کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

نثار بولا۔ ''زیادہ تر آدم خور افریقہ میں ہی سدھائے گئے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ کچھ اتنے ذہین ہوتے ہیں کہ بہت جلد انگریزی بولنا سیکھ لیتے ہیں۔''

پھر نثار نے بتایا کہ کس طرح کمرہ نمبر زیرو زیرو نائن کا سابق انچارج ڈران انگریزی میں روانی کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہے!''

ہاشمی نے سر ہلایا۔۔۔ ''اچھی معلومات حاصل کر لی ہے تم نے!''

نثار نے کہا:

یہ سب فقط حضور کی صحبت کی دین ہے
ورنہ یہ خاکسار تو اک ذرّہ بھی نہیں!

''بہت خوب!'' ہاشمی مسکرایا۔ ''تو تم نے شاعری پر بھی احسان کر ہی دیا۔ اچھا شعر کہہ دیا تم نے!''

''جی وہ فی البدیہہ تھی نا!''

''کیا؟ شاعری یا شعر؟''

''یہ بعد کو بتاؤں گا۔'' نثار نے جھینپ کر کہا۔ ''کمرہ نمبر چوبیس کی کرامت دکھاؤں؟''

وہ دونوں ایک دوسرے وسیع ہال میں پہنچے۔ ہال کے بائیں پہلو میں بیس پچیس عدد مشینیں تھوڑی تھوڑی دور پر نصب تھیں۔ ساری مشینوں کی ساخت کسی پریس جیسی تھی۔ ان سب مشینوں پر مختلف لوگ کام کر رہے تھے۔

''یہ نوٹ چھاپنے کا کام؟'' ہاشمی چونک پڑا۔

''آپ صحیح سمجھے۔ جی ہاں، کل سے ہی شروع ہوا ہے۔''

''اوہ!'' ہاشمی نے کہا۔ ''مگر یہ کمرہ نمبر چوبیس تو ایک ہال ہے، کمرہ نہیں!''

''جی ہاں، یہاں ہال اسی کو کہا جاتا ہے جہاں صرف باس کی تقریر ہو۔ بقیہ

سب کمرے ہیں، چاہے وہ ہال کے پُر کھے کیوں نہ ہوں!''

''تو، اب.....؟''

''جی ــــ؟''

''چلو نمبر زیرو زیرو نائن میں اور کل یہ سب 'خدا گنج' کی سیر کو جائیں گے یا پھر حوالات کی کوٹھری میں!''

وہ دونوں کمرہ نمبر زیرو زیرو نائن میں آئے۔

''تو اب سارے مرحلے طے ہو گئے۔ بس آج انھیں جمع کر کے گھیر لینا ہے۔ باقی سب کام ہو جائے گا۔'' ہاشمی نے کہا۔

''بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔ شتر مرغ کا شاگرد... اررــــ رر........ر.....''

''تم سنجیدہ ہو سکتے ہو یا نہیں؟''

''بھلا میں کیوں رنجیدہ ہونے لگا؟'' نثار مسکرا کر بولا۔

'عنقریب تمہیں اپنے کانوں کی اوور ہالنگ کرانی ہوگی!''

''ایک بات میری نظر میں بھٹک رہی ہے۔''

''اچھا!'' ہاشمی مسکرا کر بولا ــــ ''کونسی بات آپ کی نظر میں کھٹکنے کی بجائے بھٹک رہی ہے؟''

''ب..ب...ب... باس یعنی کہ باس۔''

''بولتے جاؤ!''

''میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ باس اپنے ہی کمرے سے اس زمین دوز تہہ خانے کو کنٹرول کرتا ہے۔ ساری مشینیں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ چاہے تو ایک سوئچ دبا کر ہم لوگوں کو جہنم کی سیر کرا سکتا ہے!''

''ہاں، تو ــــ! کیا مطلب ہے تمھارا؟''

''ارے باس، یہ کیا کم خطرہ ہے؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ویسے وہ مین سوئچ کہاں پر ہے؟''

''باس جہاں بیٹھتا ہے، وہیں پر کسی جگہ۔''

''ہوں ــــ!'' ہاشمی بدبدایا ــــ ''آنند اور روپ کمار کو تو ہدایتیں دے ہی دی گئی ہیں۔''

''اور اس نالائق کو، کچھ حاصل نہیں ہوا۔''

''تم نے تو عارف میاں اس کیس میں وہ جوہر دکھائے ہیں کہ......''

''مولانا محمد علی جوہر کی روح احساس کمتری کا شکار ہو گئی ہو گی!'' نثار جلدی سے بولا۔ ''شاعری میں۔''

''نہیں۔ واقعی کام تم نے کیا بھی ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں!''

ہاشمی نے نثار کی پیٹھ ٹھونکی۔

اور نثار میاں کا دماغ ساتویں آسمان پر ''سر سر'' کرنے لگا۔

✿

پندرھواں باب

باس کا فرار

مثلث نما کمرہ آج کوئی پینتیس چالیس آدمیوں کا مسکن دکھائی دیتا تھا۔ چاروں طرف کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر متعدد لوگ بیٹھے تھے۔

سب خاموش تھے۔

کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔

سب کی خاموش نگاہیں کمرے کے اسی گوشے کی جانب اُٹھی ہوئی تھیں، جہاں مشینوں کے ڈھیر تھے۔ مشینوں کے دونوں طرف اونچی اونچی دو کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ دونوں کرسیوں پر ایک ایک لبادہ پوش کو دیکھا جا سکتا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں ٹامی گن نظر آ رہے تھے۔ ایک لبادہ پوش نیلا تھا ـــــ اور دوسرا سنہرا۔

خاموشی کی یہ حکومت کافی دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ کمرے میں ایک رعب والی گرج دار آواز گونجی۔ ''سب لوگ موجود ہیں؟''

''یس سر ـــــ!'' نیلا نقاب پوش بولا۔

مشینوں کے قریب والی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا جس میں ایک الماری نظر آئی۔

الماری بند تھی۔

اچانک اس کے پٹ کھل گئے۔

اور ایک لمحے کے لئے کمرے میں خوف چھا گیا۔

الماری میں ایک قد آدم ہڈیوں کا پنجر کھڑا تھا!

''ہائے!.....ہائے!.....ہے!''

پنجر کے حلق سے قہقہہ نکلا اور دوسرے لمحے سنہرے نقاب پوش نے ٹامی گن کے گھوڑے پر انگلی رکھ دی۔ ''کون ہو تم ـــــ؟'' وہ کڑک کر بولا۔

ساتھ ہی کمرے کے سارے افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی وقت پنجر سے آواز ئی۔

''ویری نائس!.....گڈ آئیڈیا!'' اور پنجر الماری سے نکل کر نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا نیلے نقاب پوش کے پاس آیا۔

''آئی ایم یور باس ـــــ!'' وہ نیلے نقاب پوش کے کندھے پر ہاتھ رکھ کمرے کے سارے افراد سے مخاطب ہوا۔

''باس ـــــ!'' سنہرے اور نیلے نقاب پوش کے منہ سے بیک وقت آواز نکلی۔

وہ اس آواز کو پہچان چکے تھے۔

''ہاں ـــــ!'' اور اسکے ساتھ ہی سارا پنجر کھلونے کی طرح ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ـــــ اب ان کے سامنے ایک سبز نقاب میں ملبوس انسانی وجود ایستادہ تھا۔

''دیکھا بچو! یہ ہے میری کرامت ـــــ!'' اتنا کہتے ہوئے وہ اپنی مخصوص کرسی پر جم گیا۔

''معاف کریں گے باس! میں آپ کو کوئی اور ہی سمجھ بیٹھا تھا۔'' سنہرے نقاب پوش نے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ تم گولی چلا بھی دیتے تو میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ میرے جسم پر بلٹ پروف میرا نگہبان ہے۔''

''تھینک یو باس ـــــ!'' ہاشمی بیٹھ گیا۔

کمرے کے دوسرے افراد بھی باس کے اشارے پر بیٹھ گئے تھے۔ اب انھیں باس کو دیکھنے کی تمنا تھی، جس نے انھیں آج کی میٹنگ میں خاص طور سے اسی لئے مدعو کیا تھا۔ دوسرے، کسی اور شہر میں منتقل ہونے کے سلسلے میں بھی باس انھیں کچھ ہدایتیں دیتا! سبھی خوش دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن اگلی قطار میں بیٹھے تین افراد کافی بے چین نظر آرہے تھے۔ ان کے بیچ والا شخص تو دور سے ہی پہچانا جاسکتا تھا کہ وہ کوئی اور نہیں بلکہ مون لائٹ سرکس کا منیجر ہے۔ بقیہ دو افراد انسپکٹر آنند اور روپ کمار تھے۔ ان کے چہرے سے الجھن ٹپک رہی تھی۔ وہ باس کی طرف دیکھ رہے تھے، جو کہہ رہا تھا ـــــ

''دوستو ـــــ! باس آج تمھارے روبرو ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی اہم بات تم لوگوں سے کرنی ہے۔''

''ہمیں خوشی ہوگی باس ـــــ!'' کمرے کے سارے افراد چیخے۔ اور ٹھیک اسی لمحے شاید کسی اور نے غور نہیں کیا، سوائے سنہرے اور نیلے نقاب پوش کے ـــــ کہ انسپکٹر آنند نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی 'کام' انجام دے دیا ہے!

باس نے کہنا شروع کیا۔

''ہمارے معاونو.....! ہماری یہ تنظیم بہت دنوں تک اس شہر میں قائم رہی اور اسی بیچ ہمارے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اترنا پڑا۔ مگر ہم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں گے کہ ایک چالاک اور خطرناک قسم کے جاسوس سے ہمیں نجات مل گئی۔ وہ مشہور جاسوس کرنل اسرار ہاشمی تھا۔ اسے تمھارے سکنڈ باس مسٹر ٹوڈف نے ٹھکانے لگا دیا۔''

باس نے نیلے نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

''ہاں! تم لوگوں نے یہ بھی سن لیا ہوگا کہ موتی ہلز والا تہہ خانہ منہدم ہوگیا۔ یہ بھی اسی ہاشمی کے بچے کی کارستانی تھی۔ بہر حال تمہارا اتھرڈ باس بچ گیا!''

باس نے سنہرے نقاب پوش کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ ''انھیں کے مشورے پر میں نے آج خود کو تم لوگوں کے سامنے ظاہر کیا ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ جب اس شہر میں ہماری تنظیم قائم ہوئی تھی تو سو سے زیادہ آدمی تھے اور آج ہم چالیس رہ گئے ہیں! بہر حال ہمیں اس لئے مسرت ہے کہ ہم اتنے محدود علاقہ میں ہوتے ہوئے بھی اپنا کام بخوبی انجام دیتے رہے۔ شاید تم لوگوں میں سے بہت کم ہی کو پتہ ہوگا کہ میں نے ابھی حال ہی میں نوٹ چھاپنے کی مشینیں بھی تیار کرائی ہیں اور کل سے یہ کام شروع ہوا ہے۔ لیکن افسوس کہ میں نے خطرے کی بو سونگھ لی ہے۔''

باس کی اس تقریر کو ہر فرد بڑے غور سے سن رہا تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر ایک قسم کا سکون تھا۔ مون لائٹ کا منیجر بول پڑا۔ ''باس، یہ تو بتائیں کہ اچانک اتنی جلدی ہم یہاں سے کہاں جاسکیں گے؟ اور پھر ہم لوگوں کا سارا سامان بغیر سرنگوں کے دوسری جگہ جا بھی کیسے سکتا ہے؟ دوسرے، یہ آدم خور......''

''ڈرو نہیں جیمسن! میں جب چاہوں اپنے اسباب کو خود ہی دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہوں.....اور آدم خور.....؟۔۔۔ ہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ !'' باس نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ ''ارے بھئی.....میں تو خود ایک آدم خور ہوں...آدم خور انسان!!''

''ج...جی آپ!'' بیک وقت کمرے کے سارے افراد کی زبان سے یہی لفظ نکلا۔ سبھی چونک پڑے تھے۔ صرف سنہرے نقاب پوش نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

باس بولا۔۔۔ ''ہاں میں بھی ایک آدم خور ہوں۔ مگر اپنے آدمیوں کے لئے نہیں!۔۔۔ ان آدم خوروں کو میں افریقہ سے صرف اسی لئے لایا تھا کہ یہاں کے شہریوں میں خوف و ہراس پیدا کرسکوں! ویسے بھی وہ جانباز اور باوفا دوست ثابت

ہوئے ہیں۔ بغیر کسی ہتھیار کے بھی وہ میدان جنگ میں بڑی بہادری کے ساتھ لڑ سکتے ہیں۔ صرف چند دنوں کی تربیت سے اچھی خاصی زبان بول سکتے ہیں۔ ڈراآن کی مثال سامنے ہے۔ اب ان کی تعداد کم رہ گئی ہے۔ چھوڑ دوں گا انھیں۔ موتی ہلز والے گوریلے تو پولیس کے ہاتھ لگ ہی گئے۔''

باس ایک لمحے کے لئے رُکا۔ اس نے کمرے کے جملہ افراد کے چہروں کا بغور جائزہ لیا۔ وہ سب حیران تھے کہ باس خود بھی ایک آدم خور ہے! بھلا وہ کس طرح؟ اسی لمحے سنہرے نقاب پوش نے یہ عارضی سکوت توڑ دیا۔

''ایک بات پوچھوں جناب؟''

''کہو بھئی ڈارگن!''

''باس میں اس کھیل کا مطلب نہیں سمجھ سکا، جسے آپ نے ایک کار کے ذریعے سرِ بازار کھیلا تھا۔ اور وہ کار بغیر کسی ڈرائیور کے چلتی تھی!''

''اوہ.....!'' باس ہنسا۔ ''بتاتا ہوں۔'' پھر بولا۔

''دراصل مجھے شروع سے ہی ہر اس چیز کو دیکھ کر دلی خوشی حاصل ہوتی ہے جو ڈری ہوئی ہو، سہمی ہوئی ہو، جس کے چہرے پر خوف ہی خوف پایا جائے، جس کا سراپا خوفزدہ ہو! بس میں اپنی اسی خوشی کو حاصل کرنے کے لئے یہ سب بھیس بدلتا ہوں۔ کبھی اندھیری رات میں درندوں کو چھوڑنا، کبھی مسافروں کا اغوا اور کبھی سر بازار قتل وخون کی ہولی کھیلنا وغیرہ۔ پھر وہ کار تو یوں ہی سی تھی۔ میں اسے یہیں سے بیٹھے بیٹھے اپنے ریڈیائی آلات سے کنٹرول کر رہا تھا۔ ایک بیوقوف پولیس انسپکٹر نے اس کا پیچھا کیا۔ مجھے غصہ آگیا۔ میں نے کار کو تباہ کر ڈالا۔ میں نے اپنے ٹیلی ویژن اسکرین پر کانسٹبلوں کو خوفزدہ ہو کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ ابھی ابھی پنجر کے فریم میں خود کو پوشیدہ رکھ کر میں نے تم لوگوں کو ڈرا دیا۔ اور مجھے خوشی مل گئی!''

''باس، حقیقتاً آپ عظیم ہیں ۔۔۔!'' انسپکٹر آنند بولا۔ ''اگر جرم نے دائمی طور پر کہیں پناہ لی ہے تو وہ آپ کی ذات ہے۔ آپ ہی نے تو جرم کی اہمیت کو پہچانا ہے۔ میں آپ کی عظمت کا دل سے اعتراف کرتا ہوں۔''

''گڈ..... ویری گڈ..... بہت اچھے آنند! تم اچھے ثابت ہو رہے ہو۔ ہاں بھئی، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ یہ اس شہر کے مشہور کلاتھ مرچنٹ لال چند کے لڑکے روپ کمار بھی ہماری تنظیم میں شامل ہو گئے ہیں ۔ کیوں جیمسن، ٹھیک ہے نا۔؟'' باس نے روپ کمار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ویل باس۔'' جیمسن بولا ۔۔۔ ''بھلا آپ کا انتخاب ایسا ویسا ہو؟''

''گڈ آئیڈیا!''

نیلا نقاب پوش بولا ۔۔۔ ''تب آئندہ کے لئے کیا فیصلہ کیا گیا جناب؟''

باس ایک لمحے کے لئے خاموش رہا، پھر بولا۔ ''سوچتا ہوں، نوٹ چھاپنے والی مشینوں اور دوسری منشیاتی اشیاء جو اغوا شدہ جہاز سے آئی تھیں، ان کو پھر کسی جہاز سے بھیج دیا جائے! اب سوال پیدا ہوتا ہے کسی جہاز کے اغوا کا، تو یہ کام.....؟''

''میں کروں گا باس ۔۔۔!'' سنہرے نقاب پوش نے کھڑے ہو کر کہا۔

''گڈ.....!'' باس بولا۔ ''بی ٹو،..... اے تھری،..... کے فور.....!''

اور دوسرے لمحے یکے بعد دیگرے تین آدمی اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔

''یس باس ۔۔۔!'' تینوں نے باری باری سے کہا۔

''کوکین، چرس، گانجا، افیون اور غیر ملکی اسلحے وغیرہ تو پیک ہو گئے ہیں نا؟''

''یس باس ۔۔۔!'' تینوں نے کہا۔ پھر باس کا اشارہ پا کر بیٹھ گئے۔

پھر باس نیلے نقاب پوش سے بولا۔

''ٹو ڈف...! ڈران کا کیا رہا؟''

''اُسے میں نے آدم خور انسانوں کی ڈیوٹی پر لگا دیا ہے باس!''

''نائس!'' باس نے کہا ــــ ''اب ہم کل اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جائیں گے نامعلوم منزل کی طرف جو یہاں سے ....''

اچانک ایک دھماکہ ہوا اور باس کا جملہ نامکمل رہ گیا۔ کمرے کا سارا وجود ہل گیا۔ دوسرے ہی لمحے سنہرے نقاب پوش نے ایک جست لگائی اور باس کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔

''سب لوگ اپنے ہاتھوں کو چھت کی طرف اٹھا دیں!''

اس کی آواز میں بلا کا رعب تھا۔

''مگر محترم سنہرے بھائی ــــ! میں تو اس چھت سے بھی اوپر، آسمان کی طرف اٹھاؤں گا اپنا ہاتھ!'' نیلے نقاب پوش کے لہجے میں معصومیت تھی۔

اسی وقت باس نے مشینوں کا ایک بٹن دبانا چاہا، مگر نیلے نقاب پوش کے ٹامی گن کی نال اس کی گردن سے لگ گئی۔

''میرے دُم دار باس ــــ!'' نیلے نقاب پوش نے کہا۔

''تم تم...... ٹوڈف! یہ سب کیا ہے ــــ!'' باس حلق کے بل چیخا۔ اس نے دیکھا کہ آنند اور روپ کمار کے علاوہ کمرے کے ہر فرد کے ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں اور وہ دونوں سب کی جیبوں کی تلاشی لے رہے ہیں!

روپ کمار نے سب سے پہلے جیمسن کی جیب سے ایک سگریٹ کیس برآمد کیا جس کو دیکھ کر سکنڈ اور تھرڈ باس چونک پڑے۔ یہ ہو بہو ویسا ہی تھا، جیسا ان دونوں کو دو الگ الگ جگہوں پر سگریٹ کیس ملے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ گویا یہ جیمسن ہی تھا جو ایک ہی جیسی بناوٹ کے سگریٹ کیس استعمال کرتا تھا۔

''میرے پھدکتے ہوئے باس۔۔۔!'' سکنڈ باس یا نیلا نقاب پوش بولا۔۔۔ ''میں تمہاری دُم کیپٹن نثار ہوں اور یہ، جنھیں تم تھرڈ باس کہتے ہو، تمہاری دُم کے استاد جناب عبدالغفور... ارر... ر... مطلب کہ جناب کرنل اسرار صاحب ہاشمی ہیں۔''

''اوہ....!'' باس غالباً ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا تھا۔

اچانک کمرے کی روشنی مدھم ہوگئی اور دوسرے لمحے ایک دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوگیا اور اس سے بہت سارے خاکی وردی اور سرخ ٹوپی والے اندر دوڑے چلے آئے۔

''پولیس!'' جیمسن چیخا۔ پھر کھڑے ہی کھڑے اس نے کرنل ہاشمی پر، جو سنہرے نقاب میں تھا، چھلانگ لگا دی۔ ہاشمی ایک کنارے ہٹ گیا۔ جیمسن اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور باس پر الٹا آرہا۔ پھر کیا تھا، غالباً باس اسی لمحے کا منتظر تھا۔ اس نے جھپٹ کر مشینوں میں سے ایک کا بٹن دبا دیا۔ اور دوسرے لمحے برق کی سی رفتار سے کمرے کے فرش میں پیدا ہونے والے خلا میں نثار کو دبوچتا ہوا غائب ہوگیا اور فرش کا دروازہ برابر ہوگیا۔

✿

سولھواں باب

ہیلی کا پٹر میں لڑائی

پولیس نے مجرموں کے فوراً ہتھکڑیاں لگا دیں۔ آئی جی، ڈی آئی جی، ایس پی اور دوسرے افسران بڑی حیرت سے اس مشین والے مثلث نما کمرے کو دیکھ رہے تھے۔

سیٹھ مہنگی لال کے تہہ خانوں پر آدھی رات کو یہ چھاپہ ماری آئی جی نے ہاشمی کی رپورٹ اور مشورے پر عمل کرتے ہوئے کرائی تھی اور پولیس ٹیم عین اسی وقت پہنچی تھی، جب چیف باس یا سبز نقاب پوش تقریر کر رہا تھا!

کرنل ہاشمی نے اپنا سنہرا نقاب نکال پھینکا تھا اور اب ان مشینوں کو چیک کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ خوفناک لگ رہا تھا۔ پولیس کے افسران نے کئی بار اس کے منہ سے ''اصل مجرم تو نکل گیا!'' بڑبڑاتے سنا۔ تمام باتوں سے بے خبر وہ مشینوں کو چیک کرنے میں لگا ہوا تھا۔ دفعتاً اس کے چہرے پر خوشی کی جھلک دکھائی دی۔ ایک بٹن دباتے ہی کمرے کے فرش میں اسی جگہ ایک دروازہ نمودار ہو گیا جس میں باس کیپٹن نثار کے ساتھ غائب ہوا تھا۔

''آپ لوگ ایروپلین یا ہیلی کا پٹر سے جلد از جلد شہر کے اوپر چھا جائیں اور کسی مشتبہ طیارے کا پتہ لگوائیں۔ بہت جلد۔ وقت کم ہے! اور ہاں، اغوا شدہ جہاز کے باقی مسافر اور دیگر قیدی بھی اسی تہہ خانے میں کہیں مل جائیں گے۔'' اپنے افسران سے اتنا

کہتے ہوئے ہاشمی فرش کے خلا میں غائب ہو گیا اور دروازہ برابر ہو گیا۔

وہ ایک ہلکی روشنی والی راہداری میں دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ راہداری کا اختتام ایک تہہ خانے پر ہوا۔ وہ بلا سوچے سمجھے تہہ خانے کے دروازے میں اترتا چلا گیا—اس وقت اس کی رفتار اس قدر تیز تھی جیسے کوئی موٹر سائیکل!—وہ بغیر ہانپے دوڑتا رہا۔

ہر تہہ خانے کا اختتام کسی دوسرے تہہ خانے پر ہوتا، روشنی ہمیشہ ساتھ دیتی رہی۔ وہ اپنی دھن میں دوڑتا چلا جا رہا تھا۔

کچھ لمحوں بعد وہ مختلف سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

وہ محسوس کر رہا تھا کہ جس جگہ پہنچا ہے، وہاں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں! غالباً وہ کسی میدان میں پہنچ گیا تھا۔ یہاں تاریکی تھی، بھوری بھوری سی۔ دفعتاً 'شائم' کی آواز کے ساتھ کوئی چیز اس کے دائیں بازو کو مجروح کرتی ہوئی غائب ہو گئی۔ شاید کوئی خنجر تھا!

دوسرے لمحے وہ زمین پر لیٹ گیا۔

وہ اپنے بازو سے خون رستا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

سمت کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا—وہ چپکے چپکے کھسکتا رہا—پیٹ کے بل۔

زمین پتھریلی نہیں تھی۔ بلکہ گھاس کی طرح ملائم اور چکنی تھی اور اس پر وہ سانپوں کی طرح رینگ رہا تھا۔

وہ رینگتا رہا۔

رینگتا رہا۔

پھر ایک جگہ—ریوالور ہاتھ میں دبا کر اٹھ کھڑا ہو۔ اس کی چھٹی حس نے یہ بتا دیا کہ بائیں جانب زبردست خطرہ ہے! وہ بے آواز قدموں سے ادھر ہی ہو لیا۔ نزدیک ہی کوئی دھبہ کی طرح ایک سایہ اسے دکھائی دیا۔ اس نے پوری قوت سے

ریوالور کے گھوڑے پر انگلی رکھ دی۔

فائر کی آواز ہوئی ـــــ اور ایک ہلکی سی کراہ!

ہاشمی نے اندازہ لگایا کہ وہ سایہ گر پڑا ہے۔ لیکن اسی لمحے اسے یہ محسوس ہوا کہ سایہ اٹھ کر بھاگنے لگا ہے۔ لیکن اسکی یہ رفتار پہلے جیسی نہیں تھی۔ وہ لنگڑاتے ہوئے دوڑ رہا تھا۔ ہاشمی کی چھٹی حس نے اس بات کی بھی تصدیق کر دی تھی کہ وہ سایہ کوئی اور نہیں، مجرموں کا باس ہی ہے۔ اور اس کے کاندھے پر ایک بوجھ بھی ہے۔ اور یہ بوجھ؟

''یہ نثار کے سوا کوئی نہیں!'' ہاشمی نے سوچا۔ ''غالباً اس کو بے ہوش کر دیا گیا ہے!''

پَو پھٹ رہی تھی۔

اچانک اس نے ایک شور کی آواز سنی۔ وہ پوری قوت سے اسی سمت دوڑ گیا۔

سایہ اب آسمان پر اٹھ رہا تھا۔ یہ ایک ہیلی کاپٹر تھا۔

ہاشمی لپک کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ مگر سائے یا آدم خور مجرموں کے باس نے اس کو نیچے کی طرف دھکیل دیا۔ ہاشمی چیخ پڑا۔

وہ پھر اُٹھا اور اس زور سے اچھلا کہ اس بار وہ ہیلی کاپٹر کی کھڑکی کو چھو چکا تھا۔ مگر باس نے پھر ایک جھٹکا دیا اور اس کا ایک ہاتھ چھوٹ گیا۔

اور اب وہ اس اڑتے ہوئے آہنی پرندے کو ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے فضا میں جھول رہا تھا۔ مجرموں کا باس بار بار گھونسے مار کر اس کے ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس طرح توجہ اس طرف کو مبذول ہو جانے سے ہیلی کاپٹر صحیح طور پر کنٹرول نہیں ہو پا رہا تھا۔ اور اب فضا میں معلق ہچکولے کھانے لگا تھا کسی مجروح پروں والے پرندے کی طرح!

ہاشمی ابھی ایک ہاتھ سے ہیلی کاپٹر کو پکڑے ہوئے جھول رہا تھا۔ دوسرے

ہاتھ کواس نے پینٹ کی جیب میں ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا۔ مگر اس کو کیا پتہ تھا کہ ریوالور کہیں گر گیا ہے!

''نثار — نثار — !'' وہ چیخا۔

''گھبراؤ مت کتے...... میں نے اسے اپنے فولادی مکّے سے پوری طرح بے ہوش کر دیا ہے۔ تمہارے اس لاڈلے کو جلد ہی لوٹا دوں گا — پنجر کی صورت میں — جلد ہی — ہاہاہاہا — ہاہا — ہاہا — !''

باس قہقہہ لگاتا ہوا گرج رہا تھا۔ ہاشمی جیسے ہی دوسرا ہاتھ اوپر کرتا، باس اس زور سے اسے مارتا کہ وہ چھوٹ جاتا۔ دوسرے ہاتھ کو چھڑا دینے کے لئے باس کافی کوشش کرتا رہا۔ مگر ہاشمی کا وہ پنجہ شاید ایک شکنجہ بن گیا تھا جو ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے چپک کر رہ گیا تھا۔ اچانک باس نے انجن کو چھوڑ کر لوہے کی ایک سلاخ کا بھرپور وار ہاشمی کے سر پر کر ڈالا۔ ہاشمی وار بچا گیا لیکن اس کا دوسرا ہاتھ بھی چھوٹ گیا۔ وہ گر پڑا، مگر زمین پر نہیں!

گرتے وقت اسے اتنا ہوش ضرور تھا کہ نیچے موت ہے! اور موت سے بچنے کے لئے اس نے ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے میں اپنے پاؤں پھنسا لیے تھے۔

اور اب وہ فضا میں الٹا لٹک رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا توازن ویسے ہی ٹھیک نہیں تھا، اور اب تو وہ پوری طرح ڈانواڈول ہو چکا تھا۔

''ہاہا — ہاہا'' باس نے پاگلوں کی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے دوبارہ لوہے کی سلاخ سے ہاشمی کو جھٹکا دینا چاہا۔ مگر اس بار ہاشمی نے اپنی موت کی پروا نہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو اُچھالا اور اچانک باس کی گردن دبوچ لی۔

باس تلملا کر اندر پیچھے کی طرف پلٹا اور ساتھ ہی ساتھ ہاشمی بھی اندر آ گیا۔

''نثار.........!!'' اپنے اندر کی ساری قوت صرف کر کے ہاشمی چیخا۔ اور

دوسرے لمحے نثار کو شاید اس فضائی جدوجہد سے ہوش آ گیا۔

''انجن کو کنٹرول کرو ۔۔۔!'' ہاشمی بدستور باس سے گتھا ہوا چیخا۔

ہوش میں آتے ہی نثار کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ ماجرا کیا ہے! وہ جلدی سے انجن کی طرف متوجہ ہو گیا مگر اس نے فوراً محسوس کر لیا کہ ہیلی کاپٹر اب چند منٹوں میں تباہ ہو جائے گا، کیونکہ انجن میں شعلے پیدا ہو چکے تھے اور دھواں اٹھنے لگا تھا۔

اور ادھر ہاشمی باس کی مرمّت کر رہا تھا۔ بڑا عجیب منظر تھا ۔۔۔ ہیلی کاپٹر میں لڑائی ۔۔۔ دھواں ۔۔۔ آگ ۔۔۔ شعلے ۔۔۔ ہنگامہ ۔۔۔ شور ۔۔۔!

ہیلی کاپٹر اب زمین سے چودہ پندرہ فٹ اوپر فضا میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس وقت صبح کے تقریباً پانچ بجنے والے تھے۔ اچانک آسمان میں چاروں طرف سے شور سنائی دینے لگا۔ کئی عدد طیارے فضا میں تیرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

ان پر پولیس سوار تھی۔

اسی وقت ۔۔۔

ہیلی کاپٹر سے ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی جو نیچے زمین تک لکیر بناتی ہوئی چلی گئی۔ سبز نقاب پوش جو مجرموں کا آدم خور باس تھا، کرنل ہاشمی کے ہاتھوں شکست کھا کر زمین پر آ گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ جائیں، ہاشمی اور نثار زمین کی سمت چھلانگ لگا چکے تھے!!

✿

سترھوں باب

باس کون تھا؟

سامنے ہسپتال کے بیڈ پر بے ہوش پڑا سبز نقاب پوش زندگی اور موت کی گھڑیاں گن رہا تھا۔ اسے ابھی ابھی لایا گیا تھا۔

''اسے فوراً بے نقاب کیا جائے!'' آئی جی نے حکم دیا۔ پولیس کے سارے افسران ہسپتال میں اکٹھا تھے۔

''میں بیٹے کا خول اتارے دیتا ہوں۔''

نثار نے چھکتے ہوئے کہا۔ حالانکہ ابھی وہ جس حالت میں تھا، اسے دیکھ کر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ چہک بھی سکتا ہے! اسکے سر میں خاصی چوٹ آئی تھی۔ ہاتھ پاؤں میں بھی جگہ جگہ پٹیاں بندھی تھیں۔ یہ سب چوٹیں اسی ہیلی کاپٹر والے حادثے میں آئی تھیں۔ کم وبیش یہی حال ہاشمی کا تھا۔ وہ سبز نقاب پوش کو بہت دیر سے بغور دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔ ''میں پہلے ہی جان چکا تھا کہ مجرم کون ہے...؟ اور باس؟ میرا خیال ہے کہ نثار کی بجائے روپ کمار ہی اگر اس کا نقاب ہٹائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔''

''وہ کیوں؟''

آئی جی نے روپ کمار کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہی مناسب ہوگا!''

''لیکن.... میں کیوں....؟'' روپ کمار حیران تھا۔

''میں نے کہا نا...... تمہیں اس کا نقاب ہٹاؤ گے۔ آگے خود بخود پتہ چل جائے گا۔''

اور ہاشمی کی بات کا پاس رکھتے ہوئے روپ کمار نے سبز نقاب پوش کے ڈھکے ہوئے چہرے کو کھولنا شروع کیا۔

چند منٹوں بعد وہ باس کے اصل چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''ارے ___!'' نثار کو جیسے الکٹرک شاک لگ گیا! ___ ''سیٹھ مہنگی لال!''

ہاشمی کے علاوہ سبھی چونک پڑے۔

''نہیں!'' ہاشمی نے کہا'' یہ اس کا دوسرا روپ ہے اور وہ بھی میک اپ میں۔''

''میک اپ میں! مطلب ___؟'' نثار نے بڑی بے صبری سے پوچھا۔

''ہاں مہنگی لال کا یہ چہرہ ایک میک اپ ہی ہے۔ اسے ہٹادو، پھر دیکھ لو! روپ کمار ___؟'' ہاشمی نے روپ کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاشمی کے اس انوکھے انکشاف پر سارے افسران حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ مہنگی لال کے دوسرے میک اپ کو روپ کمار دوبارہ اُکھاڑنے لگا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد باس کا اصل چہرہ نظر آ گیا۔

''ڈیڈی ___!'' روپ کمار نے سیٹھ مہنگی لال والے چہرے کے نیچے اپنے باپ لال چند کے چہرے کو پہچان لیا تھا۔ دوسرے لوگوں کو بھی جیسے سکتہ ہوگیا تھا۔ سبھی حیرت زدہ تھے۔ خاص کر ڈی ایس پی کھنہ کی حیرانی قابل دید تھی۔

''اب یہ چند ہی منٹوں کا مہمان ہے۔'' ہاشمی نے کہا۔

روپ کمار کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر اُمڈ آیا۔

نثار نے اچانک پوچھا۔

''یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ سیٹھ مہنگی لال اور لال چند، جبکہ دونوں کی شخصیت الگ الگ تھی، ایک ہی کیسے ہو گئے؟ اور تو اور..... یہ صاحب ایک آدم خور بھی ہیں!''

اور ہاشمی نے تفصیل بتانی شروع کی۔

''بات دراصل یہ ہے کہ یہ اب لال چند بھی نہیں رہا اور مجھے معلوم ہے کہ یہ روپ کمار کا اپنا باپ بھی نہیں۔ کیوں روپ؟''

''ہاں — مجھے ڈیڈی نے گود لیا تھا۔'' روپ کمار نے سسکتے ہوئے کہا۔

ہاشمی نے مزید کہا — ''مجھے یہ بھی معلوم ہے ادھر دس سال سے ہی تمہارے اور تمہارے ڈیڈی کا قیام اس شہر میں تھا۔''

''جی ہاں — !''

ہاشمی نے بتایا — ''یہ پہلے فرانس میں تھا، پھر کچھ دنوں تک افریقہ میں رہا۔ وہاں اس نے جرم میں خوب دلچسپی لی۔ افریقہ کے ایک خاص قبائلی خطے میں پائے جانے والے انسانوں کی غذا انسانی گوشت ہے۔ ان کے خدوخال گوریلوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ یہ گوریلوں ہی کی طرح کافی خطرناک اور طاقتور بھی ہوتے ہیں۔ شاید آپ سب نہیں جانتے کہ یہ لال چند انھیں انسانوں کی صحبت میں کافی دنوں تک رہا ہے۔ اور پھر یہ لال چند یا مہنگی لال حقیقت میں تو ایک ڈاکو ہے!''

''ڈاکو — !؟'' ڈی آئی جی کا لہجہ متحیرانہ تھا۔

''جی ہاں — اپنے ملک کا مشہور ڈاکو جس کا نام اقبال سنگھ ہے۔''

''اقبال سنگھ — ؟'' آئی جی بری طرح چونکا۔ اوہ تو یہی ہے! اس کی ایک زمانے سے ہمیں تلاش تھی۔''

''جی جناب!'' ہاشمی نے اپنی جیب سے ایک تصویر نکال کر آئی جی اور دوسرے افسران کو دکھاتے کہا — ''اس کا کاروبار جب غیر ممالک میں نہیں چلا تو مجبوراً

واپس لوٹ آیا۔ ہوا یوں کہ باہر کے مجرموں نے اسے پہچان لیا اور پھر اس کو بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔ لاچار ہو کر یہ وہاں سے بھاگ آیا اور موتی نگر میں لال چند کے نام سے کپڑے کی دو کانیں کھولیں۔ رفتہ رفتہ یہاں کی زندگی سے اسے اکتاہٹ ہوگئی۔ اب اس کو انسانی گوشت کی عادت ستانے لگی تھی جو آدم خور وحشیوں کی صحبت میں اسے لگ گئی تھی۔ پھر کیا تھا؟ اس نے کچھ آدم خوروں کو یہاں لاکر باقاعدہ ایک ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ یہ اس کے بہترین پارٹنر ثابت ہوئے۔ پھر اس نے غیر ملکی اسلحوں کے ساتھ ساتھ ناجائز اور غیر قانونی طور پر منشیات کی تجارت شروع کر دی۔ یہ حقیقت میں اسمگلنگ ہی تھی۔ ڈارگن اور جیمسن اس کے خاص آدمی تھے۔ اسی بیچ اس کا یہ لڑکا روپ کمار جس کو اس نے گود لیا تھا، کچھ سمجھدار ہوا تو اس نے ساری تجارت کو اس کے ذمّے کر دیا۔ اور خود اطمینان سے آدم خور مجرموں کا سرغنہ بن گیا۔ یہ آدم خور انسان قتل وخون کی واردات میں اسکی مدد کرتے تھے، جس سے اس خبیث کی پیاس بجھتی تھی!''

ہاشمی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اقبال سنگھ نے دبے الفاظ میں روپ سے بھی اس کے جرائم میں اس کا ہاتھ بٹانے کو کہا، مگر اس نے انکار کر دیا۔ بالآخر اس نے خود کو شک وشبہ سے اوپر رکھنے کے لئے اپنے لے پالک بیٹے کا بھی اغوا کر لیا۔''

ہاشمی ایک لمحے کے لئے رکا۔ سب کی نظریں روپ کمار پر مرکوز ہوگئیں۔ اس کا چہرہ کسی حد تک غضبناک ہو گیا تھا۔ ہاشمی نے بولنا شروع کیا۔

''ہاں تو اس اقبال سنگھ نے ایک اور فرضی نام مہنگی لال رکھ کر ایک حویلی خریدی جس کے اندر خفیہ تہہ خانے اس کے اڈے تھے۔ ایک راستہ ان تہہ خانوں تک سرکس کے میدان کے عقب سے بھی جاتا تھا جسے میں دریافت نہ کر سکا تھا۔ البتہ اس کی ایک شاخ ایک ویران کنویں سے ملتی تھی جس نے میری مشکل آسان کر دی۔ کیپٹن نثار کو

اس تہہ خانے میں اغوا کر کے اقبال سنگھ نے ایک بڑی بھول کی جو اس کی گرفتاری کا باعث ہوئی، ورنہ برسوں اس کا راز فاش نہ ہوتا! خود اپنے پروردہ بیٹے کو غائب کر کے اس نے نفسیاتی تسکین حاصل کی۔ دوسروں کو ڈرا سہا دیکھ کر یہ دلی خوشی محسوس کرتا تھا، جو اس کا نفسیاتی مرض تھا۔ اس کی تقریر کو انسپکٹر آنند نے پوری طرح ریکارڈ کر لیا ہے۔ جس سے اس کے آئندہ اقدام پر روشنی پڑتی ہے۔''

ہاشمی خاموش ہو گیا۔

وارڈ سے نکل کر وہ لوگ لان میں آ بیٹھے۔

''لیکن بھلا آپ نے اسے پہلے ہی کس طرح پہچان لیا کہ یہی اقبال سنگھ، مہنگی لال یا لال چند ہے۔'' انسپکٹر آنند نے پوچھا۔

''یہ نہ پوچھو۔ اس کے لئے مجھے کافی پاپڑ بیلنے پڑے۔ ویسے پرانے اخبارات نے بہت سہارا دیا۔''

لوگ حیرت سے ہاشمی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ آج اتنے بڑے مجرم کو اس نے گرفتار کر ہی لیا تھا جو ایک آدم خور تھا۔

''بھئی اس کیس میں کیپٹن نثار نے بڑی لگن سے کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ انسپکٹر آنند کے ساتھ ساتھ روپ کمار کے تعاون کو بھی نہیں بھولوں گا، جنھوں نے قانون کا ساتھ دیا۔''

ہاشمی کا یہ جملہ سن کر سب لوگ روپ کمار کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ ان سے کچھ دور گم صم بیٹھا تھا۔ سب نے یہی سمجھا کہ وہ ہاشمی کا شکریہ ادا کرے گا، مگر یہ کیا؟ روپ کمار کی آنکھیں ایک ٹک خلا کو گھورے جا رہی تھیں۔ نثار نے قریب پہنچ کر اس کا کندھا ہلایا اور دوسرے لمحے کرسی کے ہتھے پر اس کا سر لڑھک گیا۔ وہ چونک پڑا۔

''ختم ہو گیا۔'' ہاشمی نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''بے حد افسوسناک!''

''اتنی گہری بے عزتی برداشت کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہارٹ فیلیور!'' ڈی ایس پی کھنہ نے مغموم لہجے میں کہا۔

روپ کمار کی موت پر سب رنجیدہ تھے۔

ہاشمی نے آئی جی سے کہا۔

''یہاں مجھے ٹوڈف اور کرنال دو قیدی یاد آ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہارٹ فیلیور سے ہی مرا تھا۔ دوسرا میری قید میں ہے مگر اسے سرکاری گواہ بنا کر نہیں چھوڑا جائے گا، اس لئے کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا تھا۔''

''آدم خور انسانوں کا کیا ہوا؟'' کسی نے پوچھا۔

''سب گرفتار کر لیے گئے ہیں۔''

ابھی دس منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ انچارج ڈاکٹر نے آ کر یہ اطلاع دی کہ اقبال سنگھ نے دم توڑ دیا ہے!

سب لوگ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

تھوڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اقبال سنگھ اور روپ کمار کی لاشیں اٹھوا دی گئیں۔

●

''دور دور تک اقبال سنگھ اور آدم خور انسانوں کی گرفتاری کی خبر پہنچ گئی ہے۔'' چلتے ہوئے ہاشمی نے کہا۔

''جناب ایک چیز میری کھوپڑی کے غار میں داخل نہیں ہو رہی ہے۔'' نثار بولا۔

''کیا؟'' ہاشمی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''وہ آپ نے اس شہر میں خفیہ تہہ خانوں والا مکان کیسے حاصل کر لیا تھا؟''

''ارے یہ نہ پوچھو! عرصہ ہوا ایک بلیک میلر یہاں اپنا دھندا کرتا تھا۔ وہ مکان

اسی کا تھا۔ میں نے جب اس کو گرفتار کیا تو اس نے بڑی عاجزی کی اور کہا کہ اس مکان کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤں! اور اس دن سے وہ مکان میرے قبضہ میں ہے۔ یہ بھی سن لو کہ موتی ہلز والے تہہ خانے کی تباہی کے بعد میں باہر نکلا تو احساس ہوا کہ نہ صرف ریوالور بلکہ جیب سے پرس بھی غائب ہے! خدا جانے کہاں گر گئے تھے؟ ٹوڈف اور کرنال تو اسی مکان میں رکھے گئے تھے۔ ان تک فوری طور پر پہنچنے کے لئے مجھے ایک بدتمیز رکشا والے کا دماغ بھی درست کرنا پڑا۔ بعد میں اس کی رکشا اس کو واپس بجھوادی گئی تھی اور کرایے کے پیسے بھی!''

''ہوں......آپ کو اچھا لگتا ہے؟'' نثار نے نجانے کس مقصد کے تحت پوچھا۔

''کیا..........اچھا لگتا ہے؟'' ہاشمی کا لہجہ سوالیہ تھا۔

''دُم دار لوگوں کا اَچار!''

اور ہاشمی نے جھینپ کر ایک دھپ اس کی پیٹھ پر لگادی۔

''مر گیا......!'' نثار نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔'' خدا آپ کو کروٹ کروٹ دوزخ نصیب کرے!!''

ہاشمی مسکرا کر رہ گیا۔

(سہرام، ۲۳ رمئی ۱۹۷۲ء)

(تمام شد)

مصنف کی کتابیں

۱۔ خوابوں کے ہم سائے (نظمیں، غزلیں) ۱۹۹۲ء ناشر۔ مکتبہ غوثیہ، گیا (بہار)
۲۔ سو ماہیے (ماہیے کا مجموعہ) ۲۰۰۲ء ناشر۔ نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی
۳۔ عکس اندر عکس (کہہ مکرنی کا مجموعہ) ۲۰۰۳ء ناشر۔ نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی
۴۔ دوہا رنگ (دوہے کا انتخاب۔ بہ اشتراک) ۲۰۰۳ء ناشر۔ نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی
۵۔ پسِ الفاظ (مضامین کا مجموعہ) ۲۰۱۰ء ناشر۔ نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی
۶۔ آدم خور انسان (بچوں کا ناول) ۲۰۱۹ء ناشر۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی

فن و شخصیت پر کتابیں

۱۔ شاہد جمیل: شخص اور شاعر (از۔ مناظر عاشق ہرگانوی) ۲۰۰۵ء ناشر۔ نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی
۲۔ شاہد جمیل: منظوم (از۔ عبدالمنان طرزی) ۲۰۰۶ء ناشر۔ نرالی دنیا پبلی کیشنز، نئی دہلی
۳۔ شاہد جمیل: ذکر و فکر (از۔ شان بھارتی) ۲۰۱۸ء ناشر۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی
۴۔ گردِ راہِ یار: شاہد جمیل کے حوالے سے (از۔ ملیح بدر) ۲۰۱۹ء ناشر۔ دارالاشاعت مصطفائی، نئی دہلی

AADAMKHORE INSAAN

(A detective fiction for children)

by

Shahid Jameel

EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA